Title

زیرسرپرستی

عبدالستار رحمہ اللہ

فہم وفکر

پیش نظر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارا تعلق — مدیر کے قلم سے — 04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن — [illegible] — 05

فہم حدیث — [illegible] — 06

آئینہ زندگی — [illegible] — 08

مضامین

اقوال حضرت حسن بصری — حذیفہ رفیق — 14

دل بدل دے — راؤ عارف ماجد — 16

قرض — غلام عباس — 18

مزاج دل کی — [illegible] — 20

مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد آصف — 22

باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم قیم احمد — 24

خواتین اسلام

باپ کا بیٹی کے نام خط — محمد واثق — 27

مجھے سب پتا ہے — عطیہ ساجد — 28

نک ٹوک — شیخ عظیم ترک — 31

مجھے تم سے محبت ہے — ام ثمی — 32

باغیچہ اطفال

ننھے ادیب — 34

بچوں کے فن پارے — آرٹ پیج — 35

انعامات ہی انعامات — ادارہ — 37

نواب کی حقیقت — اہلیہ محمد فیصل — 38

صندوق کا صابن — [illegible] — 40

بزم ادب

ہمیشہ حجاب میں رہنا — جویریہ عابد — 42

میں اب حیرم سے پردہ کروں گی — اشرح چوہدری — 43

گلدستہ — ادارہ — 44

اخبار الاسلام

خبر نامہ — ادارہ — 46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہم دین کراچی

دسمبر 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین وآرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0314-2981344 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرتعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل ندیم	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

01

BurgerShack

02

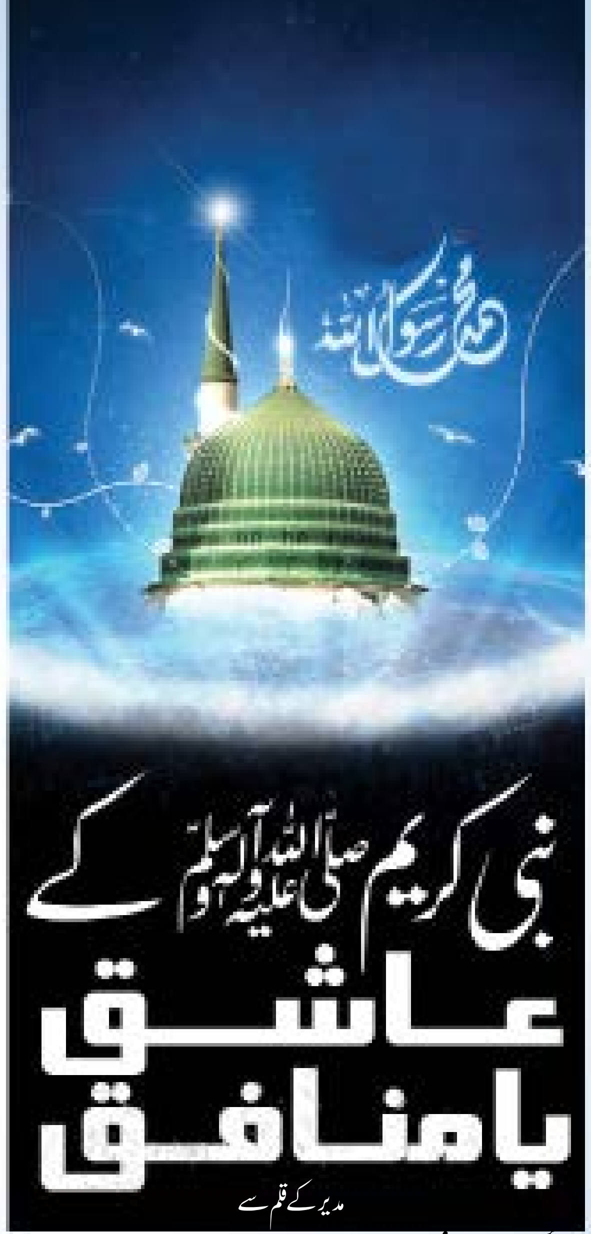

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر صحابہ کرامؓ ہمارے آج کے زمانے میں ہمارے بیچ موجود ہوتے تو نبی کریم ﷺ کی اداؤں پر اُن کے مَرمٹنے اور وار فتگی کو دیکھ کر ہم انہیں مجنوں اور دیوانہ سمجھتے اور نبی کریم ﷺ کے طریقوں سے ہماری بے اعتنائی اور لا پرواہی کو دیکھ کر وہ ہمیں منافق سمجھتے۔

نبی کریم ﷺ سے صحابہ کرامؓ کا عشق تو واقعی دیوانگی کی حدوں کو چھو رہا تھا' وہ واقعی نبی کریم ﷺ کے حقیقی مجنوں تھے' وہ صرف اسلام کے فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے ہی محبت نہیں کرتے تھے' بل کہ نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کو بھی زندگی کا نصب العین سمجھتے تھے' بل کہ اس سے بھی آگے بڑھ کر انہوں نے مستحبات اور مباح امور میں بھی نبی کریم ﷺ کی اتباع ایسے کی' جیسے فرائض میں ہونی چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ سفر میں کہیں جا رہے تھے' کہ سواری سے اتر کر راستے سے ایک طرف ہو کر کچھ دیر کے لیے یوں بیٹھ گئے' جیسے آدمی قضائے حاجت کے لیے بیٹھتا ہے' حالاں کہ انہیں قضائے حاجت کی ضرورت بھی نہیں تھی' دیکھنے والوں نے جب یہ منظر دیکھا تو اُن سے اس کی وجہ پوچھی تو وہ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں اسی جگہ سے گزرا تھا تو آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے اس جگہ تشریف فرما ہوئے تھے' اب مجھے قضائے حاجت نہ بھی ہو تو میں صرف اپنے حبیب ﷺ کے طریقے کی نقل کرنے کے لیے اس جگہ پر بیٹھ جاتا ہوں۔ ہیں نا نبی ﷺ کے حقیقی مجنوں!!!

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں سامنے کھڑے حضرات سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ! ایک صحابی باہر گلی میں آ رہے تھے' انہوں نے حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سنا تو تعمیلِ حکم کے لیے وہیں بیٹھ گئے' حالاں کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد اُن کے لیے نہیں تھا' ہے نا عاشقانہ ادا!!!

حضرت حذیفہؓ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے مختلف ملکوں میں سفارت کاری کے فرائض بھی سر انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایران میں وزرا کے ساتھ دستر خوان پر تشریف فرما تھے کہ اُن سے ایک نوالہ دستر خوان پر گر گیا۔ آپؓ اسے اُٹھا کر کھانے لگے تو خادم نے عرض کی کہ حضرت! یہ عجمی لوگ دستر خوان سے اٹھا کر کھانے کو اچھا نہیں سمجھتے۔ یہ نوالہ اٹھا کر کھانے سے اِن کے دِلوں میں آپ کے بارے میں اچھا تاثر قائم نہیں ہو گا' آپ ایسا نہ کیجیے۔ اس پر حذیفہؓ نے فرمایا: کیا میں اِن احمقوں کی وجہ سے اپنے پیارے نبی ﷺ کی اس سنت کو چھوڑ دوں اور نوالہ اٹھا کر کھالیا۔ ہے نا عاشقانہ ادا!!!

اچھا! ہم میں سے بہت سے لوگ زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر اس خواہش کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ کاش ہم بھی نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ میں ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا' یہ جذبہ تو بہت مبارک ہے' لیکن کبھی ہم نے یہ بھی سوچا کہ اگر واقعی ہم چودہ صدیاں پہلے زمانہ نبوی ﷺ میں پیدا ہوتے اور ہمیں وہ سنہری دور دیکھنے کا موقع ملتا' جب مدینہ کی گلیوں میں صحابہ کرامؓ کی آمد و رفت ہوتی تھی تو ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوتا' جب منافق کو بھی نماز تو دور کی بات' جماعت چھوڑنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی' اگر ہم اس وقت کئی کئی دِن کی نمازیں ہڑپ کر جاتے' تو ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوتا۔ وہ صحابہؓ جو نبی کریم ﷺ کی چھوٹی سی چھوٹی ادا پر بھی جان نچھاور کرتے تھے' وہ ہماری فرائض اور دین سے اس دوری کو دیکھتے تو کیا اسے منافقت نہ سمجھتے!!!

قارئینِ گرامی! ہمارا ایمان کتنا ہی کم زور سہی' مگر زمانہ نبوی ﷺ کے منافقین اور ہم میں ایک فرق تو پکا ہے اور وہ یہ کہ وہ سرے سے نورِ ایمان سے ہی محروم تھے اور نبی کریم ﷺ کے عشق سے ہی خالی تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے' مگر ہم الحمد للہ ایسے نہیں ہیں۔ ہمارے دِلوں میں نبی ﷺ کا عشق ہے' ہمارے دِلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی محبت ہے' مگر ہم نفاقِ عملی کا شکار ہیں۔ اگر ہم صرف اس بات کا عزم کر لیں کہ ہم نے دین کے کسی حکم کو چھوٹا نہیں سمجھنا اور نبی کریم ﷺ کی ہر سنت پر پوری ہمت سے عمل کرنا ہے تو پھر ان شاءَ اللہ چودہ صدیوں کے فاصلے کے باوجود بھی ہمارا شمار انہی نیک لوگوں میں ہونے لگے گا' جنہیں دنیا "صحابہ کے قافلے سے بچھڑے لوگوں" کے نام سے یاد کرتی ہے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہم قرآن

البقرہ 286-283

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

- وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (283)
- ترجمہ: اور اگر تم سفر پر ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) رہن قبضے میں رکھ لیے جائیں۔ ہاں اگر تم ایک دوسرے پر بھروسہ کرو تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے' وہ اپنی امانت ٹھیک ٹھیک ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو گواہی کو چھپائے وہ گناہ گار دل کا حامل ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو' اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ (283)
- لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (284)

- ترجمہ: جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جو باتیں تمہارے دلوں میں ہے' خواہ تم ان کو ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ اللہ تم سے ان کا حساب لے گا [1]' پھر جس کو چاہے گا معاف کر دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (284)
- تشریح: آگے آیت نمبر 286 کے پہلے جملے نے واضح کر دیا کہ انسان کے اختیار کے بغیر جو خیالات اس کے دِل میں آجاتے ہیں' اُن پر کوئی گناہ نہیں ہے' لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان جان بوجھ کر جو غلط عقیدے دِل میں رکھے یا کسی گناہ کا سوچ سمجھ کر بالکل پکا ارادہ کر لے تو اس کا حساب ہو گا۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (285)

- ترجمہ: یہ رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز پر ایمان لائے ہیں' جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور (ان کے ساتھ) تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں' کسی پر نہ لائیں) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ: "ہم نے (اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو توجہ سے) سن لیا ہے اور ہم خوشی سے (ان کی) تعمیل کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مغفرت کے طلب گار ہیں اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔" (285)
- لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (286)
- ترجمہ: اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔ اس کو فائدہ بھی اسی کام سے ہو گا جو وہ اپنے ارادے سے کرے اور نقصان بھی اسی کام سے ہو گا جو اپنے ارادے سے کرے۔ (مسلمانو! اللہ سے یہ دعا کیا کرو کہ:) "اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمایئے اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر اس طرح بوجھ نہ ڈالیے جیسا آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرمایئے' ہمیں بخش دیجیے اور ہم پر رحم فرمایئے۔ آپ ہی ہمارے حامی و ناصر ہیں' اس لیے کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں نصرت عطا فرمایئے۔" (286)

نومولود بچہ کے کان میں اذان

عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلٰوةِ (رواہ الترمذی و ابو داؤد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے نواسے حسن بن علی کے کان میں اذان پڑھتے ہوئے دیکھا جب آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی ولادت ہوئی۔

تشریح۔۔۔حضرت ابو رافعؓ کی اس حدیث میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں صرف اذان پڑھنے کا ذکر ہے، لیکن ایک دوسری حدیث میں جو "کنز العمال" میں مسند ابویعلی موصلی کی تخریج سے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نومولود بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھنے کی تعلیم و ترغیب دی اور اس کی برکت و تاثیر کا بھی ذکر فرمایا کہ اس کی وجہ سے بچہ اُمّ بصیر کے ضرر سے محفوظ رہے گا (جو شیطانی اثرات سے بھی ہوتا ہے)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نومولود بچے کا پہلا حق گھر والوں پر یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے کانوں کو اور کانوں کے ذریعے اس کے دل و دماغ کو اللہ کے نام اور اس کی توحید اور ایمان و نماز کی دعوت و پکار سے آشنا کریں۔ اس کا بہتر سے بہتر طریقہ یہ ہی ہو سکتا ہے کہ اس کے کانوں میں اذان و اقامت پڑھی جائے۔ اذان و اقامت میں دینِ حنیف کی بنیادی تعلیم اور دعوت نہایت مؤثر طریقے سے دی گئی ہے، نیز ان دونوں کی یہ تاثیر اور خاصیت بہت سی احادیث میں بیان کی گئی ہے کہ اس سے شیطان بھاگتا ہے اس لیے بچہ کی حفاظت کی بھی یہ ایک تدبیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدائش کے وقت نومولود مسلمان بچے کے کان میں اذان و اقامت پڑھنے کی تعلیم دی اور جب پوری عمر کرنے کے بعد اس کو موت آجائے تو غسل دے کر اور کفنا کر اس پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح یہ بتلادیا اور جتلادیا کہ مؤمن کی زندگی اذان اور نماز کے درمیان کی زندگی ہے اور بس اسی طرح گزرنی چاہیے جس طرح اذان کے بعد نماز کا انتظار اور اس کی تیاری میں گزرتی ہے۔ نیز یہ کہ مسلمان بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان دی جائے اور آخری حق یہ ہے کہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔

عقیقہ: دنیا کی قریب قریب سب ہی قوموں اور ملتوں میں یہ بات مشترکہ ہے بچہ پیدا ہونے کو ایک نعمت اور خوشی کی بات سمجھا جاتا ہے اور کسی تقریب کے ذریعے اس خوشی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ یہ انسانی فطرت کا تقاضہ بھی ہے اور اس میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس سے نہایت اور خوبصورت طریقے پر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ باپ اس بچے کو اپنا ہی سمجھتا ہے اور اس بارے میں اس کو اپنی بیوی پر کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس سے بہت سے فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ عربوں میں اس کے لیے جاہلیت میں بھی عقیقہ کا رواج تھا۔ دستور یہ تھا کہ پیدائش کے چند روز بعد نومولود بچے کے سر کے وہ بال جو وہ ماں کے پیٹ سے لے کر پیدا ہوا ہے صاف کر دیے جاتے اور اُس دن خوشی میں کسی جانور کی قربانی کی جاتی (جو ملّتِ ابراہیمیؑ کی نشانیوں میں سے ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصولی طور پر اس کو باقی رکھتے ہوئے بل کہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے اس کے بارے میں مناسب ہدایات دیں اور خود عقیقے کر کے عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔

02

Shangrilla

07

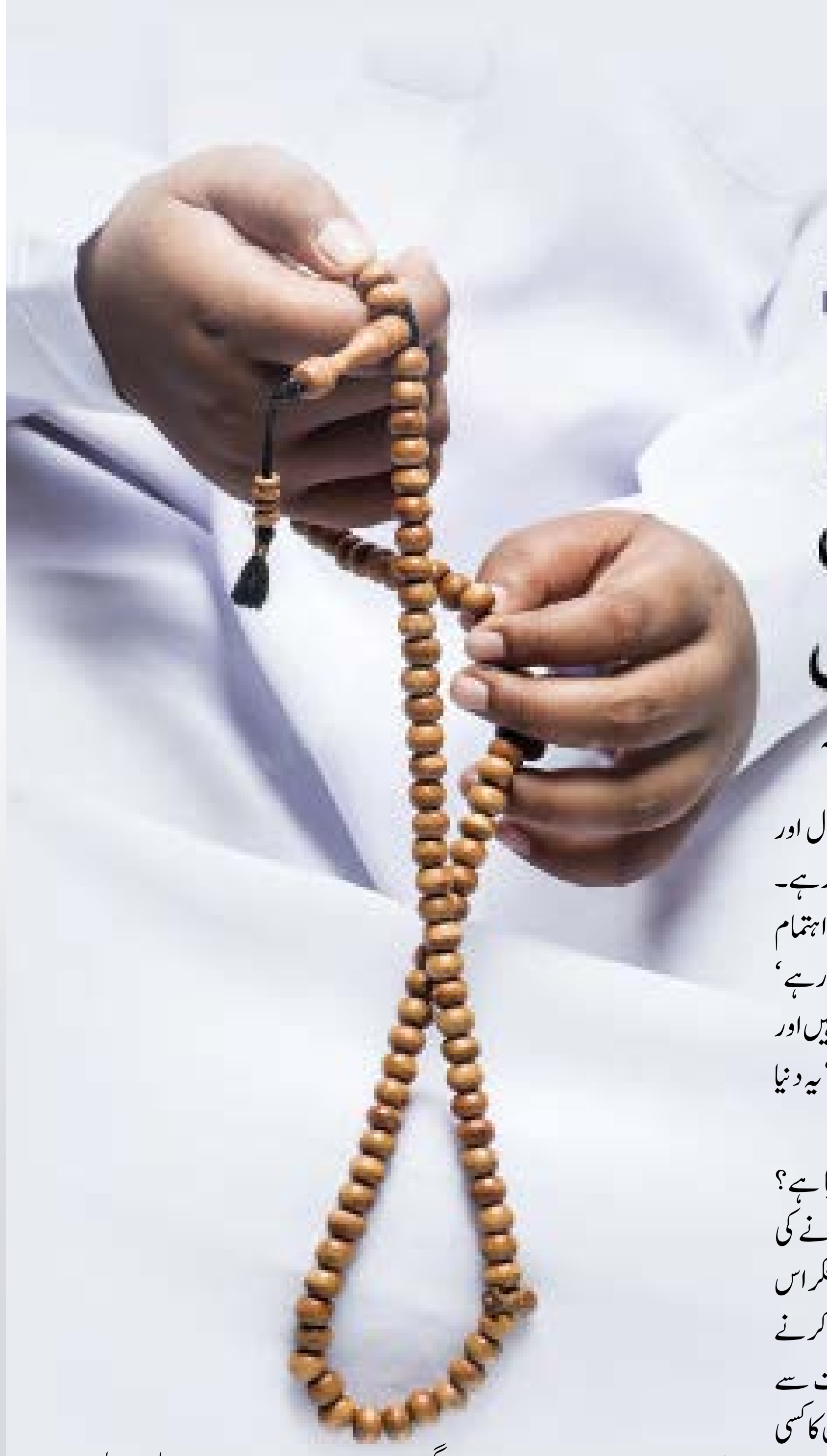

مقصدِ حقیقی کی طلب میں مستقل مزاجی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہٗ اللہ

دین داری کیا ہے؟

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں جن کاموں کا وقت آگیا ہو' ان کو استقلال اور پابندی سے کیا جائے اور جن کا وقت نہیں آیا' ان کے لیے تیار اور مستعد رہے۔ کسی وقت بے فکر ہو کر نہ بیٹھے۔ اللہ کا جو حکم اس وقت متوجہ ہے 'اسے اہتمام اور مستقل مزاجی سے کرے اور جو حکم ابھی تک نہیں آیا اس کی تیاری میں رہے ' یہ دین داری ہے۔ جیسے ہمارے ہاں جب کمانے کا وقت ہوتا ہے تو کماتے ہیں اور اگر وقت کمانے کا ابھی نہیں آیا تو اس کی منصوبہ بندی میں لگے ہوتے ہیں' یہ دنیا داری ہے۔

دین داری یہ ہے کہ یہ بات دیکھی جائے کہ اس وقت اللہ کا حکم کیا ہے؟ اسے اہتمام اور مستقل مزاجی سے کرے اور آگے اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی تیاری میں لگا رہے۔ یہ اس کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو۔ اس کی سوچ اور فکر اس چیز کے گرد گھومے کہ اللہ کے حکم کو پورا کرنا ہے اور اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی تیاری کرنی ہے' چاہے وہ حکم معاملات کا ہو' عبادات کا ہو یا معاشرت سے تعلق رکھتا ہو۔ بسا اوقات نبی کا وہ طریقہ جو عبادات سے متعلق ہے 'اس کا کسی قدر اہتمام ہو جاتا ہے 'لیکن اللہ کے نبی نے جو طریقہ معاملات کا بتایا' معاشرت کا سکھلایا اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی' اس کی فکر نہیں ہوتی۔ دین داری یہی ہے کہ آدمی کو یہی دھن لگی رہے یا تو کسی کام میں لگا ہوا ہو یا کسی کام کی تیاری میں مشغول ہو۔ بہت سے لوگ ادنی درجے کے کام کے لیے تمام عمر برباد کر دیتے ہیں' ذرا بھی دل برداشتہ نہیں ہوتے' تمام عمر اس دھن و فکر میں مبتلا رہتے ہیں۔

زندگی کا مقصد

ایک بوڑھے آدمی سے اگر سوال کیا جائے کہ عمر کیسے گزری؟ زندگی کے کس مقصد تک آپ کی رسائی ہوئی؟ تو وہ آپ کو بتائے گا کہ میں پہلے یہ بننا چاہ رہا تھا' پھر یہ بن گیا۔ اسی طرح میری زندگی گزر گئی۔ افسوس ہے کہ ہم مطلوبِ اعلی اور اشرف کی طلب میں جلد ہی گھبرا جاتے ہیں۔ آدمی دنیا کی چھوٹی چھوٹی ضروریات کو مقصد بنا کر بیٹھ جاتا ہے اور تمام زندگی اسی کو حاصل کرنے میں لگا دیتا ہے۔ کیا کرنا ہے؟ جی میں نے فلاں عہدے پر پہنچنا ہے۔ اسکول گیا' کالج گیا' یونی ورسٹی گیا اور پھر پتا نہیں کیا کچھ کرتے رہتے ہیں۔ اتنے سال کی محنت صرف اس لیے کی جا رہی ہے تا کہ فلاں عہدے تک پہنچ جائے۔ اس پر بسا اوقات ساری زندگی لگا دیتا ہے۔

ہماری زندگی کا مقصد تو اللہ کو پانا ہے' اسے ہی راضی کرنا ہے۔ ہم اس کے لیے چند اعمال کرتے ہیں پھر سستی آجاتی ہے۔ اس کے لیے ہم اتنے بے صبرے ہو جاتے ہیں' جلد ہی گھبرا اٹھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں آج ہی مل جائے کچھ مشقت نہ کرنی پڑے۔ چھوٹے چھوٹے مقاصد کے لیے تو زندگی گزر جاتی ہے جب کہ اللہ کو پانے کے لیے ہم چند دن میں ہی تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کہنے لگتے ہیں کہ روزانہ کون معمولات کرے؟ ہر وقت کون نظر کی' زبان کی اور دیگر اعضاوجوارح کی احتیاط کرتا رہے۔ یہ تو بہت مشکل کام ہے۔

تارک دنیا کون ہے؟

جب اتنا عظیم مقصد حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے مستقل مزاجی سے لگنا پڑے گا۔ حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ڈپٹی کلیکٹر کے امتحان کی مصیبت میں تھے' چوں کہ اس میں ان کو دلچسپی نہ تھی اس لیے اس میں کامیابی بھی دشوار تھی۔ ایک عریضے میں پریشانی کا اظہار کیا تو میں نے کہا کہ ہمت نہ ہاریے' دلجمعی کے ساتھ اگرچہ ناگوار ہو کوشش کیجیے۔ امتحان کو ضرور پاس کر لینا چاہیے۔ تارک الدنیا ہونا چاہیے نہ کہ متروک الدنیا۔ سبحان اللہ ! یعنی دنیا آرہی ہے اور اللہ کے حکم کو سامنے رکھ کر اگر کچھ چھوڑنا پڑے تو یہ تارک الدنیا ہے۔ ایک وہ آدمی جو اس کے لائق ہی نہیں کہ وہ چیز اس کو ملے تو وہ کہے کہ میں دنیا سے دور ہوں تو وہ متروک الدنیا ہے نہ کہ تارک الدنیا۔ یعنی دنیا اس کو چھوڑ رہی ہے نہ کہ یہ دنیا کو چھوڑ رہا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ آدمی خود دنیا کو چھوڑنے والا ہو' نہ کہ دنیا اس کو چھوڑے۔ متروک الدنیا کی آسان سی مثال یہ ہے کہ "ہاتھ پہنچتا ہی نہیں اور کہتا ہے انگور کھٹے ہیں۔" ایسا نہ ہو۔

وقت قیمتی کیسے بنے گا؟

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ آدمی جس جگہ پر ہو تو اس کے لیے خوب محنت کرے۔ بے کار باتوں میں کیا رکھا ہے؟ کام میں لگا رہے' اپنے وقت کو خدا کی نعمت سمجھ کر اس کی قدر کرے۔ آنکھ بند کرتے ہی پتا چل جائے گا کہ کتنی قیمتی دولت ضائع کی۔ تمام کی تمام تحقیقات وتدقیقات دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ جو شخص فضولیات میں مبتلا ہوتا ہے وہ کبھی بامقصد زندگی نہیں گزار سکتا۔ یہ تجربے کی بات ہے اور جو بامقصد زندگی گزارتا ہے تو اس کے پاس فضولیات کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ یعنی جو اللہ کو اپنا مقصود بنائے بیٹھا ہے اس کو ان خرافات سے کیا لینا دینا؟ یہ تو ان لوگوں کا کام ہے جو آخرت سے بے فکر ہیں۔

ہماری سوچ بیمار ہے

جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے۔ جس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اس کی زندگی میں حلاوت ہو گی' مٹھاس ہو گی۔ خیرِ دنیا' خیرِ عقبیٰ دونوں حاصل ہوں گی۔ لایعنی باتوں اور بے فائدہ کاموں میں بہت وقت برباد ہوتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ کسی نے بذریعہ خط مجھ سے معلوم کیا: "جو لوگ حرام مال کھاتے ہیں ان کا کیا حشر ہو گا؟" میں نے جواب میں کہا: "مجھے فضول باتوں سے سخت گرانی ہے۔ اگر یہ بات دوسروں کے متعلق دریافت کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجھ کو پرائی کیا پڑی؟ تم اپنی نبیڑو۔" مسئلہ کیا دریافت کیا کہ جو لوگ حرام کھاتے ہیں ان کا حشر کیا ہو گا؟ ارے میاں ! تم اپنی فکر کرو۔

اگر کسی کو یہ ڈر ہو کہ ہم متقی بن جائیں گے تو دنیا کے مزے جاتے رہیں گے ' بل کہ ہمارا تو یہ ذہن ہے کہ دنیا کے مزے کیا خود دنیا ہی چلی جائے گی۔ اگر ہم تقوی اختیار کر لیں' کھائیں گے کہاں سے؟ پہنیں گے کیا؟ رہائش کا بندوبست کیسے ہو گا؟ یعنی جو ہم نے اپنے لیے کامیابی اور فلاح کا رستہ سوچا ہے (العیاذ باللہ !) وہ صحیح ہے اس راستے سے جو ہمیں اللہ نے دیا ہے۔ اگرچہ یہ بات وہ زبان سے نہیں کہتا' لیکن عملاً یہی کر رہا ہے۔

یہ صرف سوچ کی بیماری کا مسئلہ ہے۔ ہماری فکر بیمار ہے جس کی وجہ سے یہ خیال آتا ہے۔ اگر سوچ اور فکر میں سلامتی ہو تو اس طرح کے خیالات سے ذہن پاک ہوتا ہے۔ ہمارے اسلاف کی سوچ و فکر درست تھی' اس لیے وہ ایک انچ بھی دین کے راستے سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔ انہیں پتا تھا کہ دین سے ذرا ہٹے تو ہماری بربادی شروع ہو جائے گی۔ چاہے وہ گھر کی زندگی ہو یا کاروباری دنیا۔ فرد کی زندگی میں دین شامل نہ ہو یا گھر کی اجتماعی زندگی اس سے مختلف ہو' ان کی سوچ اور فکر میں ایسی سلامتی تھی۔

متقی بننے کا آسان راستہ

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں: "میں کہتا ہوں کہ تم یہ نیت کر لو کہ متقی نہ بنیں گے ' مگر خدا کے لیے علما اور مشائخ کی صحبت میں رہ کر ایک مرتبہ دین کو سمجھ تو لو۔ اس کا اثر یہ ہو گا کہ تمہیں متقی بننے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی' بل کہ تم عمل کے خود بخود مشتاق ہو جاؤ گے۔ پھر تمہیں اعمالِ صالحہ میں وہ لذت محسوس ہو گی کہ دنیا کی تمام لذتوں کو بھول جاؤ گے۔ جی چاہتا ہے کہ سب اس طرح راہِ راست پر آجائیں کہ ان کی ہر ادا سے اسلام کی شان ظاہر ہو۔ یہ امرِ واقعی ہے اگر مسلمان اپنی اصلاح کر لے اور دین ان میں راسخ ہو جائے تو یہ دین تو وہی ہے لیکن آج کل کچھ دنیاوی مسائل کا ان پر ہجوم ہے' ان شاء اللہ چند روز میں کایا پلٹ جائے گی۔ جیسے ایک مادر زاد اندھے حافظ کی حکایت ہے جو حقیقت نہ آنے کی وجہ سے کھیر کو ٹیڑھی سمجھ بیٹھے۔

خدا پرستی کی پہچان

خدا پرستی یہ ہے کہ تمام مصالح کو پسِ پشت ڈال دے اور حکم کا اتباع کرے۔ صحابہؓ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے احکام کی کس قدر پابندی کی' عبدیت اسی کا نام ہے۔ بندے کی شان یہ ہے کہ احکام کا اتباع کرے' مصالح کی پروا نہ کرے کہ اس پر کیا ملے گا؟ اور اس حکم کی کیا مصلحت ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس کو تو اتباع کرنی چاہیے۔ انجن کا کیا حق ہے کہ راستے میں ڈرائیور کے ٹھہرانے کے بعد نہ ٹھہرے۔ گاڑی کو تو اس کے ٹھہرانے پر ٹھہر جانا چاہیے' چاہے اس کے لیے ٹھہرنے کی جگہ ہو یا نہ ہو۔ اللہ ہمیں بھی صحابہ کرام کی طرح کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ ﷺ کا تذکرہ باعث سعادت

12 ربیع الاول ہمارے معاشرے' میں باقاعدہ ایک جشن اور ایک تہوار کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو سارے ملک میں سیرت النبی اور میلاد النبی کا ایک غیر متناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا مبارک تذکرہ اتنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا معیار

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

بڑی سعادت ہے کہ اس کے برابر کوئی اور سعادت نہیں ہو سکتی۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں آپ کے مبارک تذکرہ کو اس ماہ ربیع الاول کے ساتھ بلکہ صرف 12 ربیع الاول کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ 12 ربیع الاول کو حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اس لئے آپ کا یوم ولادت منایا جائے گا اور اس میں آپ کی سیرت اور ولادت کا بیان ہوگا۔

لیکن یہ سب کچھ کرتے وقت ہم یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جس ذات اقدس کی سیرت کا یہ بیان ہو رہا ہے اور جس ذات اقدس کی ولادت کا یہ جشن منایا جا رہا ہے' خود اس ذات اقدس کی تعلیم کیا ہے؟ اور اس تعلیم کے اندر اس قسم کا تصور موجود ہے یا نہیں؟

تاریخ انسانیت کا عظیم واقعہ

اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانا' تاریخ انسانیت کا اتنا عظیم واقعہ ہے کہ اس سے زیادہ عظیم' اس سے زیادہ پُر مسرت' اس سے زیادہ مبارک اور مقدس واقعہ اس روئے زمین پر پیش نہیں آیا' انسانیت کو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا نور ملا' آپ کی مقدس شخصیت کی برکات نصیب ہوئیں' یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ تاریخ کا اور کوئی واقعہ اتنا بڑا نہیں ہو سکتا اور اگر اسلام میں سے کسی کے یوم پیدائش منانے کا کوئی تصور ہوتا تو سرکار دو عالم ﷺ کے یوم پیدائش سے زیادہ کوئی دن اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ اس کو منایا جائے اور اس کو عید قرار دیا جائے' لیکن نبوت کے بعد آپ 23 سال اس دنیا میں تشریف فرما رہے اور ہر سال ربیع الاول کا مہینہ آتا تھا' لیکن نہ صرف یہ کہ آپ نے 12 ربیع الاول کو یوم پیدائش نہیں منایا' بلکہ آپ کے کسی صحابی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ نہیں گزرا کہ چونکہ 12 ربیع الاول کی پیدائش کا دن ہے۔ اس لئے اس کو کسی خاص طریقے سے منانا چاہیے۔

12 ربیع الاول اور صحابہ کرام

اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام کو اس دنیا میں چھوڑ گئے' وہ صحابہ کرام ایسے تھے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ایک سانس کے بدلے اپنی پوری جان نچھاور کرنے کے لیے تیار تھے۔ آپ کے جاں نثار' آپ پر فداکار' آپ کے عاشق زار تھے۔ لیکن کوئی ایک صحابی ایسا نہیں ملے گا جس نے اہتمام کر کے یہ دن منایا ہو' یا اس دن کوئی جلسہ منعقد کیا ہو۔ یا کوئی جلوس نکالا ہو' یا کوئی چراغاں کیا ہو' یا کوئی جھنڈیاں سجائی ہوں۔ صحابہ کرام نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ اس لئے کہ اسلام کوئی رسموں کا دین نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسرے اہل مذاہب ہیں کہ ان کے ہاں چند رسوم ادا کرنے کا نام دین ہے۔ جب وہ رسمیں ادا کر لیں تو بس پھر چھٹی ہو گئی۔ بلکہ اسلام عمل کا دین ہے پیدائش سے لے کر مرتے دم تک ہر انسان اپنی اصلاح کی فکر میں لگا رہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی سنت کی اتباع میں لگا رہے۔

آپ کا مقصد بعثت کیا تھا؟

صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ نہ جلوس ہے' نہ جلسہ ہے' نہ چراغاں ہے نہ جھنڈی ہے اور نہ سجاوٹ ہے۔ لیکن ایک چیز ہے۔ وہ یہ کہ سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ زندگیوں میں رچی ہوئی ہے۔ ان کا ہر دن سیرت طیبہ کا دن ہے۔ ان کا ہر لمحہ سیرت طیبہ کا لمحہ ہے۔ ان کا ہر کام سیرت طیبہ کا کام ہے' کوئی کام ایسا نہیں تھا جو سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ سے خالی ہو۔ چوں کہ وہ جانتے تھے کہ سرکار دو عالم ﷺ اس لیے دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ اپنا دن منوائیں اور اپنی تعریفیں کرائیں۔ اپنی شان میں قصیدے پڑھوائیں' خدانہ کرے اگر یہ مقصود ہوتا تو جس وقت کفار مکہ نے آپ کو یہ پیش کش کی تھی کہ اگر آپ سردار بننا چاہتے ہیں تو ہم آپ واپنا سردار بنانے کے لیے تیار ہیں۔ اگر آپ مال و دولت کے طلب گار ہیں تو مال و دولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لانے کے لیے تیار ہیں' اگر آپ حسن و جمال کے طلب گار ہیں تو عرب کا منتخب حسن و جمال آپ کی خدمت میں نذر کر جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ اپنی تعلیمات کو چھوڑ دیں اور یہ دعوت کا کام چھوڑ دیں۔ اگر آپ ﷺ کو یہ چیزیں مطلوب ہوتیں تو آپ ان کی اس پیشکش کو قبول کر لیتے۔ سرداری بھی ملتی' روپیہ پیسہ بھی مل جاتا اور دنیا کی ساری نعمتیں حاصل ہو جاتیں۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور ایک ہاتھ میں ماہتاب بھی لاکر رکھ دو گے' تب بھی میں اپنی تعلیمات سے ہٹنے والا نہیں ہوں۔

کیا آپ دنیا میں اس لیے تشریف لائے تھے کہ لوگ میرے نام پر عید میلاد النبی منائیں؟ بلکہ آپ کے آنے کا منشا وہ ہے جو قرآن کریم نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ :

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر، وذکر اللہ کثیراً (سورۃ الاحزاب:21)

یعنی ہم نے نبی کریم ﷺ کو تمہارے پاس بہترین نمونہ بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم ان کی نقل اتارو اور اس شخص کے لیے بھیجا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور یوم آخرت ایمان رکھتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔

03

Arabian

11

شاہکار تخلیق اور ہم

آسیہ عمران

ایک بچہ روزانہ صبح سویرے کمہار کے پاس پہنچ جاتا اور اسے برتن بناتے دیکھتا رہتا۔ایک دن کمہار نے اس سے پوچھا ”بیٹا! آپ روزانہ کیا دیکھنے آتے ہو؟“

بچہ بولا: ”مجھے آپ کے برتن بنانے کا عمل اچھا لگتا ہے۔اسے دیکھتے ہوئے کچھ سوچتا رہتا ہوں۔ میرے ذہن میں کچھ سوالات ہیں۔“

کمہار نے مسکراتے ہوئے سوالات کے متعلق استفسار کیا تو بچہ بولا۔

”میرا پہلا سوال ہے کہ یہ برتن بننے سے پہلے کہاں بنتا ہے؟؟“

”کمہار بولا: ”یہ میرے دماغ میں، میرے تصور میں بنتا ہے۔“

بچہ بولا: ”بابا میں سمجھ گیا۔ ہم بھی تخلیق سے پہلے خالق کے ذہن اور تصور میں بنے تھے۔ میرا دوسرا سوال ہے کہ آپ اتنے خوبصورت برتن بنا لیتے ہیں، اس کے اندر ایسا کیا ڈالتے ہیں کہ اتنی خوبصورتی آتی ہے۔“

کمہار بولا: ”بیٹا! میں اسے مکمل توجہ اور محبت سے بناتا ہوں تب جا کر اس میں خوبصورتی آتی ہے۔“

بچہ بولا: ”بابا! اس سے مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہیکہ ہمارے خالق نے ہمیں بناتے ہوئے انتہائی توجہ اور محبت ڈالی ہے۔ میرا تیسرا سوال ہے کہ آپ کی کوئی خواہش ہے؟“

کمہار بولا: ”ہاں بیٹا! ایک خواہش ہے وہ یہ کہ میں ایک ایسا برتن بناؤں، ایسا خوبصورت برتن کہ دنیا عش عش کر اٹھے اور پھر کبھی ایسا برتن نہ بناؤں۔ بس اس برتن میں اپنی تخلیقی صلاحیت کی انتہا کر دوں۔“

بچہ چمکتی آنکھوں کے ساتھ بولا ”بابا! اس سے ایک بات سمجھ آتی ہے کہ ہمیں تخلیق کرنے والا آنے والے وقت میں ایک ایسے شخص کی تخلیق کرے گا کہ بس اس پر انسانیت کی صفات کی انتہا اور تکمیل ہو جائے گی اور پھر دنیا میں ویسا کوئی نہ آئے گا۔“ یہ بچہ بڑے ہو کر ”سقراط“ کے نام سے مشہور ہوا اور پھر دنیا میں وہ شخص بھی تشریف لایا جس پر نہ صرف انسانی صفات کی تکمیل ہوئی، بل کہ نبوت، اخلاقِ جلیلہ کی بھی تکمیل ہو گئی۔ جس کا کردار، جس کا قول، جس کا ارشاد، جس کی کتاب حرفِ آخر ثابت ہوئی، جسے رحمۃ اللعلمین کہا گیا، جس کے اخلاق کو نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا۔ سورۃ یونس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”میں نبوت سے پہلے تم لوگوں میں ایک عمر بسر کر چکا ہوں۔ کیا تم سمجھتے نہیں۔“ جسے اتنے اعلیٰ و ارفع مقام سے نوازا گیا کہ امتی تو امتی، اللہ اور اس کے فرشتے بھی اس پر درود بھیجتے ہیں، جسے معراج میں اس مقام تک لے جایا گیا جہاں پہلے کوئی نہیں پہنچا۔

آپ ہی کے ذریعے دنیا کے اخلاق میں انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر انقلابِ عظیم برپا کیا گیا۔ جس نے آقا کو عرش سے اتار کر، غلام کو اس کے برابر لا کھڑا کیا۔

جہاں دنیا کے لیے غلام کو سوار کر کے آقا کا پیدل چلنا خواب میں بھی ممکن نظر نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت ابو ذر غفاریؓ نے اپنے غلام کو برا بھلا کہا۔ حضور ﷺ نے سن لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابو ذرؓ! ابھی تم میں جہالت باقی ہے۔ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے انھیں تمہارے ماتحت کیا ہے۔ جس کا بھائی ماتحت ہو، اسے چاہیے کہ اسے ویسا ہی کھانا کھلائے جیسا آپ کھائے، ویسا ہی پہنائے جیسا آپ پہنے، بھائی سے ایسا کام نہ لے جو اس سے ہو نہ سکے، کوئی سخت کام ہو تو اس کی مدد کرے۔“ اندازہ کیجیے وہ انسان جو محبوبِ رب ہو، جو امام الانبیا ہو، جس کے اشاروں پر لوگ جان دیتے ہوں، جس کی محبت سوئے دلوں میں جاری ہو، جس کے عروج کی انتہا ہو، دنیا جس کے پیچھے بھاگتی ہو اور وہ پیوند زدہ زندگی اختیار کرے تا کہ اس کی سادہ زندگی پر اصحاب کی آنکھیں نم ہو جائیں، اس کے ساتھ ہی عزم و حوصلے کی چٹان ہو اور کہہ دے کہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں میں چاند لا کر رکھ دو تو بھی اس راستے سے نہ ہٹوں گا، کمزوروں کو وہ مضبوطی دے دے، طاقتوروں کو جھکا دے، صداقت، دیانت اور امانت کے گھپ اندھیروں میں چراغ روشن کر دے، جو صادق اور امین کے نام سے معروف ہو تو پھر شخصیت میں ایسی ہی تاثیر پیدا ہوتی ہے جو دیکھنے والوں پر رعب طاری کر دے، سننے والوں کو یوں ساکت کر دے گویا سروں پر پرندے ہوں جو ان کے ہلنے سے اڑ جائیں۔ جو آشناؤں میں گہری محبت کا بیج بو دے۔

آپ ﷺ اخلاق کی جزئیات پر الگ الگ ایک مثال تھے، آپ ﷺ نے جس بات کی تلقین کی اس پر پہلے خود عمل کیا، آپ ﷺ اپنے عمل پر موت تک استقامت سے گامزن رہے۔ آپ ﷺ کی شخصیت میں دشمنوں نے بھی انتشار کا شائبہ تک محسوس نہ کیا، یہی وجہ ہے کہ غیروں نے بھی نبوت کی گواہی دی۔ انھیں دنیا کی موثر ترین شخصیات میں پہلے نمبر پر رکھا گیا، آپ ﷺ نے برا سلوک کرنے والوں کے ساتھ حسنِ اخلاق کی انتہا کر دی۔ آپ ﷺ کا حسنِ اخلاق کبھی بھی دوسروں کے حسنِ اخلاق سے مشروط نہیں رہا، آپ ﷺ حسنِ معاملہ میں بے مثال تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص قریش کے سرداروں سے ابو جہل کی شکایت کر رہا تھا کہ وہ میرا قرض واپس نہیں دیتا۔ سرداروں نے ازراہِ مذاق اسے نبی کریم ﷺ کے پاس جانے کو کہا اور ساتھ ہی اس کے ساتھ ایک شخص کو کر دیا کہ وہ سارے معاملے کی خبر لائے۔ وہ شخص حیرت زدہ واپس آیا اور کہنے لگا کہ محمد ﷺ اس سائل کے ساتھ ہو لیے اور ابو جہل کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابو جہل پر نہ جانے کیسا رعب طاری ہوا کہ آپ ﷺ کے کہنے پر اس نے فوراً ہی رقم لا کر اس شخص کے حوالے کر دی۔

آپ ﷺ سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس سوالی بن کر آیا۔ آپ ﷺ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان موجود تمام بکریاں اسے دے دیں۔ وہ شخص واپس گیا اور اپنی قوم سے کہنے لگا ”ایمان لے آؤ اس شخص پر جو فقر سے نہیں ڈرتا اور مانگنے والے کو بے حساب دیتا ہے۔“ آپ ﷺ عدل و انصاف کرنے والے تھے۔ ایک دفعہ قریش کی ایک فاطمہ نامی عورت نے چوری کی، اس کی سفارش کے لیے لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ کا چہرہ شدتِ جذبات سے سرخ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔“ اور پھر انھیں پچھلی قوموں کے حال سے ڈرایا کہ جب ان میں کوئی طاقتور گناہ کرتا تو اسے سزا سے بچا لیا جاتا اور کمزوروں پر سزاؤں کا انعقاد ہوتا۔ آپ ﷺ سادگی، مہمان نوازی، ایثار، قربانی، شجاعت، صداقت، ایفائے عہد کی خوبیوں سے لبریز تھے۔

ایک مرتبہ ایک انصاری نے آپ ﷺ سے ایک جگہ ٹھہرنے کا وعدہ لیا اور خود بھول گیا۔ تین دن بعد جب وہ وہاں سے گزرا تو اسے یاد آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے صرف اتنا کہا کہ ”تو نے مجھے بہت تکلیف دی۔“

آپ ﷺ پر جب پہلی وحی کا نزول ہوا تو آپ بہت گھبرا گئے۔ جسم مبارک پر لرزہ طاری ہو گیا اور رفیقہ حیات سے فرمایا: ”مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔“ انھوں نے تسلی دی اور آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کہا ”ہرگز نہیں! خدا آپ کو ہرگز غمگیں نہ کرے گا۔ آپ عزیزوں، رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرتے ہیں۔ ناتواں، بے کسوں اور غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا اسے دیتے ہیں۔ مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ مصائب میں حق کے معاون و مددگار ہیں۔“

آپ ﷺ کی زندگی کے ہزاروں واقعات اور ارشادات بتاتے ہیں کہ آپ رہنمائی کے سلسلے کی تکمیل کے لیے آئے تھے۔ اب قیامت تک کی ہدایت کے لیے ہر طرح کی رہنمائی قرآن و سنت میں موجود ہے۔ حسنِ اخلاق کی تکمیل آپ ﷺ پر ہوئی۔ آپ ﷺ نرم مزاج، خوش گفتار، متین، حلیم الطبع تھے اور بچوں کے لیے حد درجہ شفیق تھے۔ آپ ﷺ نے دنیا میں مساوات کے انمٹ نقوش قائم کیے۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کا ارشاد ہے ”اے گروہِ قریش! اللہ نے جہالت کا غرور اور نسب کا افتخار مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے۔“

آپ ﷺ رب کریم کے پیغام کی تکمیل کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے، قرآن و سنت کی صورت میں رہنمائی چھوڑ گئے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اتنے عظیم نبی کے امتی ہونے کی حیثیت سے دنیا کی امارت ہمارے پاس ہونی چاہیے تھی۔ ہم نبی سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ ربیع الاول کے مہینے میں گھر گھر چراغاں، جلسے جلوس گواہ ہیں کہ نبی کے امتی نبی سے بے حد لگاؤ رکھتے ہیں۔ ایسے میں دنیا میں ذلت، بے چارگی، دیگر قوموں کا بھوکوں کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑنا کچھ سمجھ نہیں آتا۔ ہمارے یہاں اسلامی اقدار و روایات کا زوال، دین سے بڑھتی دوری اس محبت کے باوجود کم کیوں نہیں ہو رہی؟ کمی کہاں ہے؟؟

کیا کبھی ہم نے نبی کی سیرت کے پیمانے پر اپنے دن رات کے مشاغل کو تول کر دیکھا ہے؟ ہمارے چوبیس گھنٹوں میں سیرتِ نبوی کتنے گھنٹے جھلکتی ہے؟ ہم عبادات، اخلاق، معاملات، تعلقات میں سیرتِ نبوی پر عمل کرنے کی کتنی کوششیں کرتے ہیں؟ ہماری زندگیوں میں ایثار، قربانی، سادگی، قناعت، مہمان نوازی کا عنصر کتنا ہے؟ ہم اپنے دن رات میں کتنے لوگوں کو سہولت اور آسانیاں فراہم کرتے اور خوشیاں بانٹتے ہیں۔ ہم اپنے اور اپنی اولاد اور اہلِ خانہ کے اوڑھنے، پہننے، کھانے، پینے میں کس حد تک سنتِ نبوی پر عمل کرتے ہیں۔

اگر یہ گوشے خالی ہیں تو پھر نبی ﷺ سے ہماری محبت پر سوالیہ نشان ہے! ایسے میں گھروں میں چراغاں کرنے، چند نعرے لگا لینے سے کام نہیں بنتا، اگر ہماری عملی زندگی کے ہر ہر گوشے میں سیرتِ نبوی شامل ہو جائے تو یقیناً حق ادا ہو جائے گا اور ان شاء اللہ معاشرے میں انقلاب آئے گا، پھر امامت بھی حسبِ وعدہ ہمارے ہاتھوں میں ہو گی۔ بقول شاعر

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا

قابل اقتدا ہستیاں

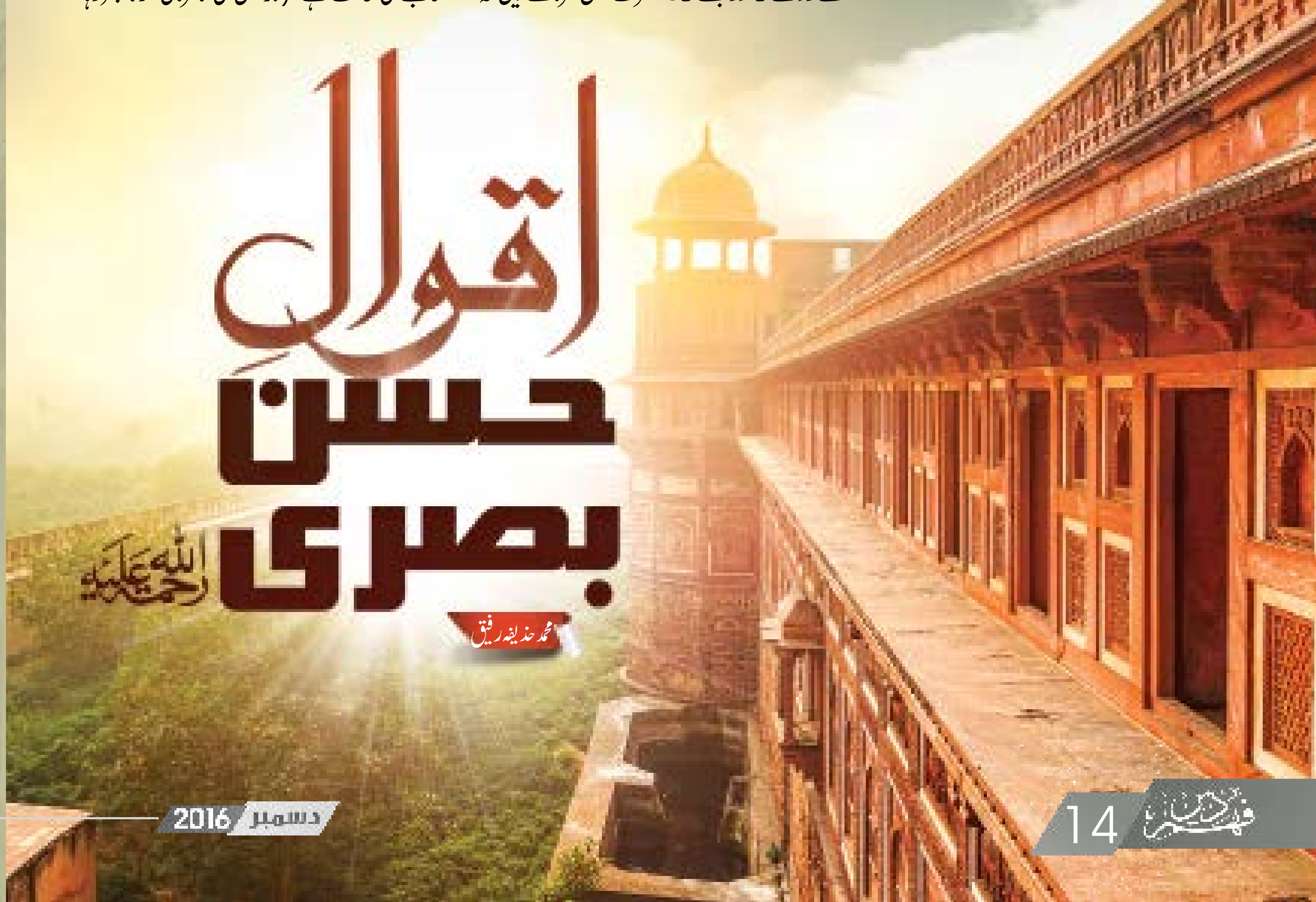

اقوال حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

محمد حذیفہ رفیق

مشہور قول ہے : "دِل سے نکلی ہوئی بات دل پر اثر کرتی ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے !! حسن بصریؒ اس کے مصداق بتائے جاتے ہیں کہ آپؒ کے وعظ دلوں میں انقلاب برپا کر دیتے تھے اور آپ کے اقوال بہتیروں کے لیے شمع و ہدایت تھے۔

امام ابو جعفر باقرؒ کے سامنے جب حسن بصریؒ کا تذکرہ آتا تو فرماتے : "یہ تو وہ ہیں جن کی باتیں انبیا کی باتوں جیسی ہیں۔"

آپؒ کے اقوال بڑی تعداد میں کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں' ان میں سے چند اقوال یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اقوال کو سببِ ہدایت بنادے ۔آمین

حضرت حسن بصریؒ کے زمانے میں ایک مشہور شاعر 'فَرَزْدَق' تھا' ایک جنازے میں حضرت حسن بصریؒ اور فرزدق دونوں جمع ہوگئے ۔ حسن بصریؒ کا خچر ذرا آگے تھا' فرزدق اپنے اونٹ پر سوار آگے بڑھ کر حضرت کے برابر آکھڑا ہوا۔ سلام کے بعد عرض کرنے لگا : "حضرت ! لوگ ہم دونوں کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں 'آج کے جنازے میں بصرہ کے بہترین شخص اور بدترین شخص جمع ہو گئے ہیں۔"

آپؒ نے فرمایا : "ابو فراس ! (یہ فرزدق کی کنیت تھی) کتنے ہی پراگندہ بال 'غُبار آلود مسلمان' جن کے پاس پہننے کے لیے دو بوسیدہ چادروں کے سوا کچھ بھی نہیں' مجھ سے بہترین ہیں اور کتنے ہی معزّز مشرک ہیں' جن سے تم بہتر ہو۔ یہ بتاؤ کہ موت کے لیے کیا تیار کیا ہے ؟"

کہنے لگا : "لا الٰہ الا اللہ کی گواہی۔"

فرمایا : "لیکن اس کی تو کچھ شرطیں بھی ہیں (جن میں سے یہ بھی ہے کہ) کسی پاکباز عورت پر تہمت نہیں لگانا۔"

فرزدق سر جھکا کر دبی آواز میں کہنے لگا : "حضرت ! کیا میری توبہ کا کوئی راستہ ہے ؟"

آپؒ نے فرمایا : "ضرور' کیوں نہیں ! توبہ کے دروازے کھلے ہیں۔"

آپؒ 'حضرت انس بن مالکؓ کے شاگرد تھے' حضرت انسؓ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں جن میں سے ایک روایت یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ جمعہ کے روز جب خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوتے تو ایک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے' مگر جب لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا : "میرے لیے دو سیڑھیوں والا منبر بنوالیا جائے۔" چناں چہ جب (منبر بن گیا اور) آپ ﷺ اس پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ تنا جس پر آپ ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے رونے لگا اور بلکنے لگا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں خود اس وقت مسجدِ نبوی میں موجود تھا اور میں نے اس تنے کو بے قرار بچے کی طرح بلک بلک کر روتے ہوئے سنا۔ وہ روئے جا رہا تھا' یہاں تک کہ آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس کو سینے سے لگایا' پھر جا کر وہ خاموش ہوا۔ اس حدیث کو بیان کر کے حضرت حسن بصریؒ بھی خوب روتے اور فرماتے : "اے لوگو ! ایک لکڑی کا تنا آپ ﷺ کی جدائی پر آہیں بھر رہا ہے (اس کے اشتیاق کا یہ عالم ہے) تم تو پھر زیادہ حق دار ہو اس بات کے کہ آپ ﷺ کی ملاقات کا شوق رکھو !!"

ایک دفعہ فرمانے لگے : "ہم کھِل کھلا کر ہنستے تو ہیں کیا معلوم ہمارے اعمال جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوئے ہوں تو وہاں سے جواب آیا ہو' یہ سب مردود ہیں !!"

پھر فرمایا : "تیرا ناس ہو ابنِ آدم ! کیا تجھ میں اللہ سے مقابلے کی طاقت ہے ؟ (جو اس کی نافرمانی کرتا پھر رہا ہے)' بخدا ! میں نے ایسے لوگ (یعنی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) دیکھے ہیں' جن کے نزدیک دنیا (اور اس کا ساز و سامان) اپنی قدموں کی خاک سے بھی زیادہ بے وُقعت تھی اور ایسے لوگ دیکھیں ہیں جن کے ہاتھ میں شام کے گزارے کے سوا کچھ نہ ہوتا' مگر پھر بھی وہ یہ گوارا نہیں کرتے تھے کہ ساری کمائی اپنے اوپر خرچ کریں' بل کہ کچھ صدقہ بھی کرتے تھے اور کبھی کبھار صدقہ کرنے والا صدقہ لینے والے سے زیادہ حاجت مند ہوتا تھا۔

فرمایا : "مؤمن وہ ہے جس کا یقین اللہ کے فرمان پر پختہ اور مضبوط ہو اور اس کا عمل سب سے عمدہ وہ اور اس کو خوف سب سے زیادہ ہو' اگر وہ دولت کا پہاڑ بھی خرچ کر دے تب بھی انجام سے مطمئن نہ ہو' نا معلوم اللہ کے یہاں یہ مقبول ہے یا مردود ؟ اور جیسے جیسے اس کی نیکی بڑھتی جاتی ہے' ویسے ویسے اس کا خوف بھی بڑھتا جاتا ہے اور منافق یوں کہتا ہے : دنیا لوگوں سے بھری پڑی ہے' پھر میری مغفرت بھی ہو ہی جائے گی' کوئی خوف نہیں (اور اسی بنیاد پر) وہ گناہوں میں مشغول رہتا ہے اور اللہ پر امیدیں باندھتا ہے۔"

فرمایا : "اے ابنِ آدم ! اگر تو نے قرآن پڑھا اور اس پر ایمان لے آیا تو (اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ) دنیا میں تو غمگیں اور خوف زدہ رہے گا اور تیرا رونا اور آہیں بڑھ جائیں گی۔"

ایک دفعہ قسم کھا کر فرمایا : "جس کسی نے درہم کی عزّت کی (یعنی مال و دولت کو قابلِ وُقعت سمجھ کر اپنے دل میں جگہ دی) تو اللہ نے اسے ذَلیل کیا۔"

اور فرمایا : "درہم اور دینار بہت برے ساتھی ہیں' اس وقت تک نفع نہیں دیتے' جب تک جدا نہیں ہوتے (یعنی پیسہ ہاتھ سے نکلے بغیر فائدہ مند نہیں ہوتا)"

فرمایا : "جنت کو جتنا اس امت کے لیے آراستہ کیا گیا ہے' کسی اور امت کے لیے نہیں کیا گیا' (مگر افسوس) پھر بھی اس کے چاہنے والے نظر نہیں آتے۔"

فرمایا : "اے انسان ! گناہ کا چھوڑ دینا بعد میں توبہ کر لینے سے زیادہ آسان اور بہتر ہے تیرے لیے۔ کیا پتا تو کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور پھر حسرت اور پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے۔"

فرمایا : "دنیا کو ذلیل کرو' جتنا اس کو ذلیل کرو گے' اُتنا چین و آرام کی زندگی بسر کرو گے۔"

' یہاں ایک بات قابلِ لحاظ ہے۔ دنیا کس چیز کا نام ہے ؟ دنیا محض ان نعمتوں کا نام نہیں ہے جنھیں ہم استعمال کرتے ہیں' بل کہ دنیا ان چیزوں کو کہتے ہیں' جو اللہ جلّ شانہ تک پہنچنے میں رکاوٹ بنیں اور اللہ کی یاد سے غافل کریں اور آخرت 'قبر' حشر کی تیاری میں مانع ہوں اور اگر یہ باتیں نہ ہوں تو یہ اللہ کا فضل ہے۔ بزرگوں کے اقوال میں جہاں جہاں دنیا کی مذمت آئی ہے وہاں یہی مراد ہے۔

فرمایا : "پہلے جب کوئی شخص علم حاصل کرنا شروع کرتا تو اس علم کا اثر حرکات و سکنات میں نظر آتا تھا۔ اس کے خشوع میں 'زہد میں' بول چال میں اور اس کی نظروں میں..."

فرمایا : "جیسا تم لوگوں سے برتاؤ رکھو گے' ویسا ہی برتاؤ تمہارے ساتھ بھی کیا جائے گا۔"

فرمایا : "اے ابنِ آدم ! یہ شب و روز تجھ ہی سے تعبیر ہیں 'ایک دن کا سورج ڈھل گیا تو گویا تیرا بعض حصّہ نکل گیا۔"

فرمایا : "موت نے دنیا (کی ساری خوشیاں) پھیکی کر دیں اور کسی سمجھ دار کے لیے سامانِ مسرّت نہیں چھوڑا۔"

فرمایا : "مؤمن کا ہنسنا' دل کی غفلت کی نشانی ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اقوال پر عمل کرنے والا بنائے اور ان سے نصیحت حاصل کرنے والا بنائے اور موت سے پہلے موت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین !

کے بعد ماموں کی بیٹی سے اس کی شادی ہو گئی۔ اس کے ماموں دبئی میں رہتے تھے اور وہ اس کی اس حالت سے واقف نہیں تھے۔ ایک سال بعد اللہ نے حارث کو بیٹی سے نوازا' وہ اس پر بہت خوش تھا' پوتی کی پیدائش پر حارث کی ماں نے اس کے باپ کو بھی بہت یاد کیا اور ساتھ ساتھ حارث کی ہدایت کے لیے دعا بھی کرتی رہیں۔

پھر ایک دِن اتوار کی سہ پہر تھی۔ حارث اپنے خیالوں میں گم ایک گنجان سڑک سے گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بہت ہی عالی شان عمارت ہے' اس کا دروازہ بھی بہت بڑا ہے اور لوگوں کا ایک بڑا ہجوم وہاں نظر آ رہا ہے' اس کا دِل خود بخود اس کی طرف کھِچ گیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس خوب صورت سفید عمارت میں داخل ہو گیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ تو ایک عالی شان مسجد ہے' لوگ صفوں میں بیٹھے ہیں اور کوئی بزرگ بیان فرما رہے ہیں' اس کے کانوں میں آواز پڑی کہ :

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کی تین بیٹیاں ہوں اور اس نے اس کی اچھی پرورش کی تو وہ اور میں جنت میں یوں اکٹھے ہوں گے' جیسے یہ دو انگلیاں۔"

صحابہؓ نے پوچھا : "یا رسول اللہ ﷺ جس کی دو بیٹیاں ہوں۔"

فرمایا : "وہ بھی اسی طرح ہو گا۔"

صحابہؓ نے پوچھا : "جس کی ایک ہو۔"

فرمایا : "وہ بھی اسی طرح ہو گا۔"

حارث بھی ایک بیٹی کا باپ تھا۔ اس بیان نے اس کے دِل پر بہت اثر کیا۔ آج جب حارث گھر آیا تو اس کی بیوی کو وہ کچھ بدلہ بدلہ سا محسوس ہو رہا تھا اور اس نے یہ تہیہ کر لیا تھا کہ اب وہ نشہ آور چیزیں استعمال نہیں کرے گا۔ اب وہ اہتمام سے مختلف اصلاحی مجالس میں جانے لگا۔ مسجد میں زیادہ وقت گزارنے لگا اور ایک ہی سال میں اصلاحی مجالس کی برکت سے حارث کا چہرہ اور وضع قطع مکمل سنت کے مطابق ہو گئی۔ سر پر عمامہ' جسم پر سفید کُرتا' شلوار ٹخنوں سے اوپر اور چہرے پر سنت کے مطابق داڑھی نے حارث کو یک سر تبدیل کر دیا تھا۔

اب حارث کی بیٹی پڑھائی کے قابل ہو گئی تھی۔ حارث نے اپنا گھر ڈیفنس میں شفٹ کر لیا تھا اور اپنی بیٹی کو مدرسہ روضۃ السلام میں داخل کروا دیا تا کہ اس کی بیٹی کی تربیت اسلامی ماحول میں ہو سکے۔ شوال کا مہینہ آیا تو حارث کو حج کے لیے اللہ کے گھر سے بلاوا آگیا اور وہ اپنی بیٹی' والدہ اور بیوی کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہو گیا۔ حج پر سے آنے کے بعد اس نے ہر جمعے باقاعدگی سے اپنے والد کی قبر پر جا کر تلاوت کرنا شروع کر دی اور وہ اس دن کو بہت روتا تھا' جس دن اس نے اپنے والد پر ہاتھ اٹھایا اور انتقال کے وقت ان کی زیارت سے بھی محروم رہا۔

اب اپنے اللہ سے باتیں کرنا اور سنت کو اپنی زندگی میں لانا یہ حارث کا مقصد بن گیا تھا۔ جب اس کے پرانے دوستوں نے اسے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ ایک نے پوچھا : "یہ کون ہے ؟"

تو ساتھ بیٹھے لڑکے نے کہا "اس کو نہیں جانتے ؟ اپنا حارث یار !"

دوسرا بولا "نہ کر یار ! یہ حارث ہے۔"

کچھ سالوں بعد حارث نے بڑی سادگی سے اپنی بیٹی کا نکاح ایک عالم دین سے کر دیا اور اللہ سے دعا کرنے لگا کہ : یا اللہ ! میں نے اپنی طرف سے اپنی بیٹی کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اس کی تربیت اور نبی کریم ﷺ کی حدیث کا مصداق بننے کے لیے اپنی ساری زندگی بدل دی اور اے سچوں کے سچے رب ! مجھے یقین ہے کہ اس کے بدلے آپ جنت میں مجھے نبی کریم ﷺ کی رفاقت عطا فرمائیں گے۔

حارث کرن اکیڈمی اسکول میں نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ ساتویں جماعت تک تو اس کی کسی سے زیادہ دوستیاں نہیں تھیں اور دوم یا سوم پوزیشن بھی کلاس میں آجاتی تھی، لیکن آٹھویں میں معاملہ یک سر بدل گیا، پوزیشن تو کیا آنی تھی، بل کہ دو مضامین میں فیل ہو گیا۔

اس کے والدین بہت نیک اور اچھے لوگ تھے، ان کا گھرانہ دین دار تھا، ان کے والد گورمنٹ کے ملازم تھے۔ اس کا ایک بھائی اور دو بہنیں بھی تھیں۔ والد نے سوچا کہ کلاس بڑی ہے اور مضامین بھاری ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی پریشانی ہوئی ہو، لیکن یہاں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب تنزّلی کا دور شروع ہو گیا۔ آٹھویں جماعت مشکلوں سے اس نے پاس کر کے نویں کلاس میں داخلہ لیا۔

نویں میں داخلہ لینے کے بعد اس کے اخلاق میں کچھ کمی آنے لگی، ہر وقت گھر میں ماں سے لڑائی جھگڑا اور ایک دِن اس کے بھائی جمال کو محسوس ہوا کہ حارث کے منہ سے سگریٹ کی بو محسوس ہو رہی ہے۔ جمال نے ابو کے کانوں میں یہ بات ڈال دی۔ والد صاحب کو

بھی فکر ہوئی، وہ اگلے ہی دِن اس کے اسکول گئے، اساتذہ سے ملاقات کی، اساتذہ بھی اس کی بدلتی صورتِ حال سے پریشان تھے، حقیقتِ حال تک پہنچنا چاہتے تھے۔

پھر تقریباً دو ماہ کے بعد حارث کے ایک استاد مفتی حنیف صاحب کو یہ بات معلوم ہوئی کہ حارث نے اسکول کے پیچھے والی گلی میں کچھ خراب اور بگڑے ہوئے اوباش لڑکوں سے اُٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا ہے۔ وہ اسکول کے بعد تقریباً روزانہ ہی ایک گھنٹہ ان کے ساتھ گزارتا ہے اور اس نے سگریٹ پینا شروع کر دی ہے۔

یہ اطلاع حارث کے گھر تک بھی پہنچ گئی۔ والد کا غم سے برا حال ہو گیا، اب آہستہ آہستہ حارث کی شکل و صورت بھی اوباش لڑکوں جیسی بنتی جا رہی تھی۔ ماں باپ بیچارے، غم کے مارے دعاؤں کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے تھے، اندر ہی اندر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔

تعلیمی سال کے اختتام پر اسکول والوں نے حارث کو اسکول سے نکال دیا۔ دوسرے اسکول میں حارث نے میٹرک تو پاس کر لیا، لیکن اس کا غلط لڑکوں سے میل جول ختم نہ ہوا۔ اب وہ کسی کالج کی تلاش میں تھا، کالج میں بھی اس نے ایسے ہی لڑکوں سے دوستی لگائی اور رفتہ رفتہ شراب پینے لگا۔ ایک دفعہ رات گیارہ بجے کے قریب وہ گھر میں داخل ہوا، باپ کی طبیعت بہت خراب تھی، سارے گھر والے رو رہے تھے، لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی، وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ ماں نے آواز دی "آجا بیٹا! ابو کی طبیعت بہت خراب ہے۔" بجائے اس کے کہ ابو کے پاس آکر بیٹھتا، ماں پر برس پڑا۔ والد سے یہ برداشت نہیں ہوا، انھوں نے اس کو ڈانٹنے کی کوشش کی، لیکن شدید بخار کی وجہ سے وہ بولنے سے قاصر تھے۔ والد کے غصے کو دیکھ کر اس نے والد صاحب پر ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی، مگر امی نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "دفع ہو جا میرے گھر سے تو اس قابل نہیں کہ تجھے گھر میں رکھا جائے۔" حارث یہ سن کر گھر سے چلا گیا اور اگلے دن صبح دس بجے گھر سے رونے کی آوازیں آ رہی تھی۔ وہ فوراً دوڑ کر اندر داخل ہوا تو دیکھا آنکھوں کے سامنے ایک میّت ہے اور سارے خاندان والے بیٹھے ہیں۔ اس نے ساتھ کھڑے عثمان صاحب کو جوان کے پڑوسی تھے، پوچھا کہ کس کا انتقال ہو گیا ہے تو انھوں نے بتایا کہ رات دو بجے کے قریب ہارٹ اٹیک سے تمہارے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

یہ سننا تھا کہ اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور حارث نے زور زور سے چیخیں مارنا شروع کر دیں۔ بہت مشکلوں سے اس کو چپ کرایا لیکن اس کی صرف ایک ہی پکار تھی "ابو کہاں چلے گئے؟ ابو آجاؤ واپس۔ میں آگیا ہوں ابو۔" لیکن اب ابو کہاں آسکتے تھے۔ کچھ ہفتوں کے بعد وہ کسی کام کی تلاش میں لگ گیا اور اس نے ایک کتابوں کی دکان کھول لی، لیکن نشہ نہیں چھوڑا۔ ماں نے بہت سمجھانے کی کوشش کی، لیکن اس نے نشہ پھر بھی نہیں چھوڑا۔ والد کی وفات کے چار سال گزر جانے (بقیہ ص 15 پر)

04

Perfect

17

بعض اوقات انسان کی ضروریات اس کی آمدنی کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہیں اور ان کو پورا کرنے کے لیے اس کا دامن تنگ پڑ جاتا ہے تو اس کو قرض لینے کی حاجت ہوتی ہے۔ ذخیرہ احادیث میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں کہ جہاں حضور ﷺ اور حضرات صحابہؓ کے قرض لینے کا بھی ذکر ہے' وہیں کچھ ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن سے قرض لینے کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ ذیل میں ہم قرض لینے کی شرعی حیثیت اور اس کے کچھ مسائل کا تذکرہ کریں گے کہ جس سے اس اہم معاملے میں ہونے والی کوتاہیوں سے بچا جا سکے۔

قرض

غلام عباس

شریعت کی روشنی میں

قرض لینے کی شرعی حیثیت

حضرت عائشہؓ قرض لیا کرتی تھیں کسی نے جب ان سے پوچھا کہ آپ قرض کیوں لیتی ہیں تو انہوں نے کہا کہ جو قرض لیتا ہے تو اس کی ادئیگی کے حوالے سے اللہ کی مدد مقروض کے شامل حال ہو جاتی ہے تو میں اس مدد کے حصول کے لیے قرض لیتی ہوں۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے بھی بذات خود قرض لیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ نے قرض سے پناہ بھی مانگی ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنی دعائوں میں گناہ اور قرض سے پناہ مانگتے تھے۔ اس لیے قرض بغیر ضرورت کے نہ ہی لیا جائے تو بہت اچھی بات ہے لیکن اگر ضرورت پڑ جائے تو مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔

قرض لینے کی شرائط

اگر قرض لینا ضروری ٹھہرے تو پھر مندرجہ ذیل شرائط کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے۔

قرض لینے کی معقول اور جائز وجہ ہو

قرض اگر کسی معقول اور جائز سبب سے ہو تو اس پر آخرت میں مواخذہ نہیں ہو گا کیونکہ مسند حاکم کی حدیث ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت مقروض کو بلائیں گے اور اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کس مقصد کے لیے قرض لیا اور تو نے لوگوں کے حقوق کس وجہ سے ضائع کیے تو وہ مقروض عرض کرے گا' یا اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ قرض کھانے پینے اور پہننے میں نہیں اڑایا اور نہ کہیں اور برباد کیا بلکہ مجھ پر تو آگ' چوری یا کاروبار میں خسارے کی مصیبت آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق فرمائیں گے اور ارشاد فرمائیں گے کہ میں اپنے بندے کا قرض ادا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں' پھر کسی چیز کو طلب کریں گے اور اس کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھ دیں گے جس سے اس کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب آجائیں گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر قرض کسی ضروری اور معقول ضرورت کے لیے ہو تو وہ قابل مواخذہ اور ناپسندیدہ نہیں لیکن اگر محض عیش وعشرت کے لیے ہو تو پھر وہ ان احادیث کے تحت ممنوع ہو گا کہ جن میں قرض نہ لینے کی ترغیب آئی ہے۔

ادائیگی کرنے کا پختہ عزم ہو

قرض لینا اس وقت صحیح ہے کہ جب قرض لینے والے کے دل میں یہ پختہ عزم ہو کہ حالات جیسے کیسے بھی ہوں میں نے قرض کو وقتِ مقررہ پر ادا کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کی مدد فرماتے ہیں کہ جس کی نیت اور ارادہ بروقت ادائیگی کا ہوتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو شخص ادائیگی کے ارادے سے مال لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ادا کروا دیتے ہیں اور جو محض بربادی کی نیت سے لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو برباد کر دیتے ہیں۔

مستقبل میں ادائیگی کے امکانات

قرض اسی وقت لینا چاہیے جب مقروض کو اس بات کا قوی اامکان ہو کہ وہ وقت مقررہ پر اس کو ادا کر سکے گا' کیونکہ قرض کی ادائیگی ضروری ہے اور اگر قرض دیئے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو تب بھی وہ قرض اس کے ذمے میں واجب رہتا ہے اور اگر ورثاء نے اس دنیا میں ادا نہیں کیا تو آخرت میں اس کا مواخذہ اور پوچھ ہو گی' اس لیے اگر مستقبل میں ادائیگی کا امکان واضح ہے تو قرض لیں بصورتِ دیگر قرض لینے سے اجتناب کریں۔

قرض میں زیادتی کا حکم

قرض میں ادائیگی کے وقت اپنی مرض سے کچھ اوپر دے دینا ایک پسندیدہ عمل ہے لیکن باقاعدہ اس کو طے کر کے لینا سود کہلائے گا کہ جو شریعت میں ممنوع ہے۔ کیونکہ قرض کے اوپر جو زیادتی ہے وہ بلا عوض ہے اور ہر ایسی زیادتی کہ جو بغیر کسی عوض کے ہو' سود کہلاتی ہے اور سود حرام ہے۔ اس لیے قرض دیتے وقت اس طرح کی کوئی شرط نہ رکھی جائے کہ جس سے سود کا دروازہ کھلتا ہو۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ محض پیسوں کی شکل میں ہی سود کا لزوم نہیں ہوتا بلکہ مقروض سے کوئی ایسی منفعت لینا کہ اگر وہ مقروض نہ ہوتا تو یہ منفعت متصور نہیں ہو سکتی تھی تو اس طرح کی منفعت بھی شبہ سود کی وجہ سے ناجائز ہو گی۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح نے ایک دفعہ کسی کو قرض دیا تو جب تک اس کا قرض ادا نہیں ہوا تو اس وقت تک آپ ان کی دیوار کا سایہ لینے سے بھی گریز کرتے تھے۔

قرض دینا ایک پسندیدہ عمل ہے

ایک انسان جب تنگدست ہوتا ہے تو تبھی وہ دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے اس لیے قرض دے دینا چاہیے کیونکہ حدیث میں قرض کو آدھا صدقہ کہا گیا ہے اور ایک اور حدیث میں کہا گیا ہے کہ کسی مسلمان کا کسی دوسرے مسلمان کو دو دفعہ قرض دینا ایک دفعہ صدقہ کرنے کے بقدر اجر و ثواب کے مانند ہے۔ اس لیے اگر گنجائش ہو تو ضرورت مند کو قرض دینے سے ہچکچانا نہیں چاہیے۔

مطالبہ میں نرمی اختیار کرنا

مقروض سے مطالبہ کرتے وقت نرمی کا معاملہ اختیار کرنا چاہیے کیونکہ حدیث میں آتا ہے جو شخص اپنے حق کا مطالبہ کرے تو وہ ناجائز طریقے سے بچتے ہوئے کرے' حق مکمل حاصل ہو یا نامکمل۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو بیچنے' خریدنے اور مطالبہ کرتے وقت سہولت دے۔ اس لیے مطالبہ کرتے وقت نرمی اور احتیاط کا دامن تھامنا چاہیے۔

تنگ دست کو مہلت دینا

اللہ تعالیٰ تنگدست کو مہلت دینے کو پسند کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی تنگدست ہو تو اس کو آسانی تک مہلت دو اور اگر صدقہ کر دو تو یہ بہتر ہے (سورہ آل عمران) حدیث میں بھی تنگدست کو مہلت دینے کی فضیلت آئی ہے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اگر کوئی چاہیے کہ اس کی دعا قبول ہو اور اس کی مصیبت دور ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ تنگدست پر آسانی کرے۔ اس لیے اگر آپ کا مقروض فی الفور قرض ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو اس کو مہلت دینی چاہیے۔

قرض کو معاف کرنا

اگر کوئی صاحبِ حیثیت ہے اور اس نے کسی نادار کی مدد کے لیے اس کو قرض دیا ہے اور وہ مقروض شخص قرض کی ادائیگی سے قاصر ہے تو اس کی مدد کے لیے اس قرض کا کچھ حصہ یا پورا معاف کر دینا ایک افضل عمل ہے حضرت کعبؓ کا حضرت ابنِ ابی حدرؓ پر کچھ قرض تھا انہوں نے مسجد نبوی میں تقاضا کیا جس سے کچھ آوازیں بلند ہوئیں تو حضور ﷺ تشریف لائے اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آدھا قرض معاف کر دو تو حضرت کعبؓ نے کہا کہ معاف کر دیا اور حضرت ابنِ ابی حدرؓ کو حکم دیا کہ اٹھو اور اب اس کا قرض ادا کرو۔ (مسلم)

قرض صرف اشد ضرورت کے تحت ہی لینا چاہیے۔
شادی بیاہ کی فضول رسموں یا اونچی عمارتوں کی تعمیر کے لیے قرض لینا ایک ناپسندیدہ فعل ہے
اور یہ ان احادیث کے تحت ہو گا کہ جن میں قرض لینے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے'
اس لیے جب تک قرض لیے بغیر کام چلتا رہے تو قرض لینے سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

مزاح و دل لگی

حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ

مزاح کا مطلب ہے ایسی دل لگی جس سے دوسرے کو ایذاء نہ پہنچے ' اگر مزاح اس حد تک پہنچ جائے جس سے دوسرے کی دل آزاری ہو تو مزاح نہیں بلکہ دوسرے کا مذاق اڑانا بن جائے گا ' جو گناہ ہے ' نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرو اور نہ اس سے مزاح کرو۔ اس سے وہ مزاح مراد ہے جس میں افراط ہو ' اس کی دل شکنی ہو یا ایسا مزاح جسے انسان اپنی عادت بنالے ' ہر وقت اسی میں لگا رہے تو ممنوع ہو جائے گا ' اس لیے کہ اس صورت میں لہو و لعب میں مشغول ہونا لازم آئے گا اور لہو و لعب میں مستقل لگے رہنا مذموم ہے ' مذاق میں افراط و زیادتی زیادہ ہنسنے کا سبب بنتی ہے جس سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی مزاح کیا جیسا آئندہ احادیث میں آرہا ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے مذاق میں بھی سچ کا دامن اپنے ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑا جوامت کے لیے تعلیم ہے کہ دل لگی کر سکتے ہو ' بشر طیکہ جھوٹ یا مسلمان کی دل شکنی کا ذریعہ نہ ہو۔

مذاق و مزاح کی وجہ سے ہنسنا لازمی سی چیز ہے اور ہنسی کی خرابیاں ہیں ' لیکن اس سے قہقہہ مار کر ہنسنا یا بہت زیادہ ہنسنا مراد ہے مسکرانے میں کوئی حرج نہیں ' نبی کریم ﷺ بھی مسکرا دیا کرتے تھے۔ مذاق کی وجہ سے وقار ختم ہو جاتا ہے جو زیادہ مزاح کرتا ہے لوگ اس کو معمولی آدمی سمجھتے ہیں ' حضرت محمد بن المنکدر فرماتے ہیں : مجھ سے میری والدہ نے کہا : بیٹا ! بچوں سے مذاق نہ کرنا ورنہ ان کی نظر میں ذلیل ہو جاؤ گے۔ حضرت سعید بن العاصؓ نے اپنے بیٹے سے فرمایا ' بیٹا : شریف شخص سے مذاق نہ کرنا ورنہ وہ تم سے بغض رکھے گا اور نہ کمینہ شخص سے مذاق کرنا ورنہ وہ تم پر جری ہو جائے گا۔ بہر حال اگر مذاق ہلکا پھلکا ' دائرے میں رہ کر ' حق کا دامن چھوڑے بغیر اس طرح ہو جس طرح نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیا تھا تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن نبی کریم ﷺ کے مزاح کو بہانہ بنا کر مذاق میں ہر وقت لگے رہنا اسے اپنی عادت و فطرت بنا لینا یہ درست نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مزاح کیا ہے ' آئندہ احادیث میں ان کا تذکرہ آرہا ہے ان کو پڑھیے اور اپنے مذاق کی اصلاح کیجیے ' ملاحظہ کیجیے کہ ہمارے اور نبی کریم ﷺ کے مذاق میں کتنا فرق ہے ؟ آپ جو بات فرماتے تھے وہ صحیح اور حق ہوتی اور لطیف پیرایہ کی وجہ سے مذاق بھی بن جاتی تھی ' ایک صاحبہ ام ایمن آئیں اور عرض کیا : میرے شوہر نے آپ کی دعوت کی ہے ' آپ ﷺ نے فرمایا : کون ! وہ جن کی آنکھ میں سفیدی ہے ؟ وہ فوراً بولیں : ان کی آنکھ میں تو سفیدی نہیں ہے ' آپ نے فرمایا : کیوں نہیں ان کی آنکھ میں تو سفیدی ہے ' انہوں نے عرض کیا : بخدا ایسا تو نہیں ہے ' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ہر شخص کی آنکھ میں سفید حصہ ہوتا ہی ہے ' پتلی کے ارد گرد کی سفیدی مراد تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ایک حلوہ سا بنایا ' رسول اللہ ﷺ گھر پر موجود تھے ' حضرت سودہ بنت زمعتہ بھی وہیں موجود تھیں ' حضرت عائشہ حلوہ لائیں حضرت سودہ کو بھی کھانے کو کہا ' انہوں نے جواب دیا کہ مجھے یہ پسند ہی نہیں ہے ' فرماتی ہیں : میں نے کہا ضرور کھائیں ' ورنہ میں اسے آپ کے چہرے پر مل دوں گی ' انہوں نے فرمایا : میں تو اسے چکھوں گی بھی نہیں ' میں نے پیالے میں سے ذرا سا لے کر ان کے چہرے پر مل دیا۔ رسول اللہ ﷺ میرے اور ان کے درمیان بیٹھے تھے ' آپ نے ان کے لیے اپنے گھٹنے ذرا نیچے کر لیے تاکہ وہ مجھ سے بدلہ لے لیں ' انہوں نے بھی برتن میں سے تھوڑا سا حلوہ لے کر میرے چہرے پر مل دیا اور رسول اللہ ﷺ یہ دیکھ کر مسکرانے لگے۔ ایک مرتبہ حضرت صہیب رومی کی آنکھ دکھ رہی تھی ' وہ کھجور کھا رہے تھے ' آپ ﷺ نے فرمایا : تمہاری آنکھ دکھ رہی ہے اور تم کھجور کھا رہے ہو ؟ انہوں نے عرض کیا : اے اللہ کی رسول میں دوسری آنکھ سے کھا رہا ہوں ' آپ مسکرا دیے ' یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

حضرت نعمان انصاری بڑے پُر مزاح تھے ' ان کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی قافلہ کوئی نئی چیز لے کر آتا تو وہ اس سے خرید کر پیسے دیے بغیر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لاتے اور عرض کرتے : اے اللہ کے رسول ! میں نے آپ کے لیے خریدی ہے میں آپ کو ہدیہ کرنا چاہتا ہوں ' اس کا مالک جب پیسے مانگنے آتا تو یہ اسے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے آتے اور عرض کرتے : اے اللہ کے رسول انہیں اس چیز کے پیسے دیجیے ' نبی کریم ﷺ ان سے فرماتے : کیا تم نے وہ مجھے ہدیۃً نہیں دی تھی ؟ یہ کہتے : اے اللہ کے رسول ! میرے پاس ان کے پیسے نہیں تھے اور میں نے یہ چاہا کہ آپ اسے نوش فرمالیں ' نبی کریم ﷺ مسکرا دیتے اور اس کے مالک کو پیسے دے دیتے ' اس طرح کی دل لگی اور مزاح کبھی کبھی آپ کر لیا کرتے تھے لیکن یہ ہر وقت کا مشغلہ نہ تھا ' اسے مشغلہ بنا لینا مذموم ہے جس کی وجہ سے ہنسی اور غفلت کا دروازہ کھلتا ہے جو دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اگر مزاح میں فحش گوئی گناہ کی بات اور صرف لوگوں کو ہنسانا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ' زیادہ مزاح سے بچنا چاہیے اس لیے کہ اس سے رعب ختم ہو جاتا ہے ' صالحین ایسے شخص کو برا سمجھتے ہیں اور بے قوف جری ہو جاتے ہیں اور ایسا شخص کم عقل شمار ہوتا ہے ' ایسے شخص سے بھی مذاق نہیں کرنا چاہیے جس سے بے تکلفی اور تعلقات نہ ہوں ' جس سے مزاح کر سکتے ہیں لیکن حدود و دائرے میں رہ کر افراط اور تفریط سے بچتے ہوے۔

05

Jazaa Foods

21

مسائل
پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

جشن عید میلاد النبیؐ اور اس میں رائج رسوم کا حکم

سوال: ماہِ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو "جشن عید میلاد النبیؐ کے نام سے جشن منانا جلوس نکالنا مساجد، مزارات اور دیگر عمارتوں کو روشنیوں سے سجانا، سڑکوں اور گلیوں میں قناطیں لگا کر مجالسِ میلاد منعقد کرنا، اس میں شرکت کو لازم اور باعثِ ثواب سمجھنا اور شرکت نہ کرنے والوں پر ملامت کرنا اور اس جیسے دوسرے رسوم کا شرعاً کیا حکم ہے جو ان ایام میں مروّج ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کا ذکر مبارک مطلقاً خواہ آپ کی نماز اور دیگر عبادات کا ذکر ہو، خواہ آپ ﷺ کی تجارت اور دیگر معاملات کا ذکر ہو، یا آپ ﷺ کی ولادت وغیرہ دیگر احوال کا ذکر ہو، یقیناً باعث برکت اور موجبِ ثواب ہے، لیکن مروّجہ میلاد شرعاً بے اصل، بدعت و ناجائز ہے۔

یہ مروجہ مجلسِ میلاد نہ قرآن کریم سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ خلفائے راشدین و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے، نہ تابعین وائمہ مجتہدین: (امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ وغیرہم) سے ثابت ہے، نہ محدثین: (امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ وغیرہم) سے ثابت ہے، نہ اولیاء کاملین: (حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ خواجہ بہاء الدین نقشبندی، شیخ شہاب الدین سہروردی وغیرہم) سے ثابت ہے۔

چھ صدیاں اس امت پر اس طرح گزر گئیں کہ اس مجلس کا کہیں وجود نہیں تھا، سب سے پہلے بادشاہ اربل نے شاہانہ انتظام سے اس کو منعقد کیا، پھر اس کی اتباع میں وزراء اور امراء نے اپنے اپنے طور پر مجالس منعقد کیں، تفصیل "تاریخ ابن خلکان" میں ہے۔

اسی وقت سے علمائے حق نے اس کی تردید بھی لکھی ہے، چنانچہ "کتاب المدخل" میں علامہ ابن الحاج نے بتیس صفحات میں اس کے مفاسد دلائل شرعیہ کی روشنی میں لکھے ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو میں مستقل رسائل اس کے ناجائز ہونے کے متعلق علمائے حق نے تصنیف فرمائے ہیں۔ چند خرابیاں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

1... جو روایات واحادیث محافلِ میلاد میں عموماً سنائی جاتی ہیں وہ اکثر غیر معتبر اور بعض من گھڑت ہوتی ہیں، جن کا پڑھنا، سننا اور ان پہ اعتقاد رکھنا ناجائز اور سخت گناہ ہے۔

2... رات کا بڑا حصہ اس محفل میں گزار کر اخیر شب میں نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جاتی ہے۔

3... ان محافل سے قرب وجوار کے لوگوں کی نیند میں خلل واقع ہوتا ہے جو کہ ایذاء اور تکلیف کا باعث ہے اور کسی کو تکلیف دینا حرام ہے۔

4... ان محافل میں شرکت کو ضروری خیال کیا جاتا ہے، چنانچہ شریک نہ ہونے والے پر لعن طعن کی جاتی ہے، جبکہ اگر کوئی نماز میں شریک نہ ہو تو اس پر کوئی ملامت نہیں کی جاتی، تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک محفلِ میلاد کی اہمیت نماز سے بھی زیادہ ہے۔

5... بلا ضرورت چراغاں کیا جاتا ہے جو کہ اسراف ہونے کی بناء پر حرام ہے۔

6... قیام کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی قیام نہ کرے تو وہ سب شرکاء کی نظروں میں مبغوض ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس ترکِ قیام کا درجہ ترکِ نماز، بلکہ اسلام سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔

7... قیام کے وقت اعتقاد کیا جاتا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں اور ہماری ہر بات کو اللہ تعالیٰ کی طرح بلاواسطہ حاضر و ناظر ہو کر ملاحظہ فرما رہے ہیں، اسلئے قیام (کھڑا ہونا) ضروری ہے حالانکہ حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے اپنے لئے قیام کی صراحتاً ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے: ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کے پاس تشریف لائے۔ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اس طرح کھڑے نہ ہوا کرو"

قیام کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل بھی ملاحظہ فرمائیں! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت نبی اکرم ﷺ سے زیادہ محبوب نہ تھا، لیکن اسکے باوجود صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی اس سے ناگواری وناپسندیدگی کو وہ خوب جانتے تھے۔

8... آنحضرت ﷺ کی تعریف میں مبالغہ کرتے کرتے آپ کے درجہ کو انسانیت سے نکال کر خدائے وحدہ لاشریک لہ کے درجہ میں کر دیا جاتا ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی تعریف میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

9... بسا اوقات میلاد میں عورتیں شرکت کرتی ہیں اور ان کا مردوں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط ہوتا ہے۔ محافل میلاد میں پائی جانے والی مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ اور بھی بہت سے مفاسد ہیں جن میں سے بعض گناہ کبیرہ ہیں، جبکہ بعض شرک کے زمرے میں آتی ہیں۔

کیا مقروض آدمی سے قرض خواہ کوئی کام لے سکتا ہے؟

سوال: انسان ایک دوسرے کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتا، خاص کر بھائی، بہنوں، رشتہ داروں اور دوست احباب کے بغیر۔ اب انہیں قرض دینے کے بعد بحالت مجبور ان سے کوئی کام لے سکتے ہیں یا یہ سود ہوگا؟

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ کسی کو قرض دینے کے بعد دھوپ میں اس کے گھر کے سائے سے بچ کر گزرے اور فرمایا کہ: یہ سود تھا، لیکن ہم درج بالا لوگوں کے بغیر کیسے گزارا کریں؟

جواب: واضح رہے کہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جو کام قرض دیئے بغیر بھی لے سکتے ہیں، ایسا کام لینا سود نہیں اور اگر یہ کام قرض ہی کی وجہ سے لیا ہے تو یہ بھی ایک طرح کا سود ہے۔ بزرگ کے جس قصے کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے، وہ بزرگ ہمارے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، مگر ان کا یہ عمل تقویٰ پر تھا، فتویٰ پر نہیں۔

کسی بڑے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کا حکم

سوال: میں نے ایک حدیث سنی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محفل میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے، جس پر حضور ﷺ نے اسے سخت ناپسند فرمایا اور اپنے احترام میں کھڑے ہونے کو منع فرمایا۔

اب صورتِ حال کچھ یوں ہے کہ آج کل کافی افراد اساتذہ یا بزرگوں یا پھر بڑے عہدوں پر فائز حکمران افراد کے احترام میں کھڑے ہو کر استقبال کرتے ہیں۔ حدیث مبارکہ کی حقیقت سے انکار تو ممکن نہیں، لیکن ہم کم فہم لوگ اس کی تشریح صحیح نہ کر سکے ہیں۔ لہٰذا مہربانی فرما کر اس بات کی مکمل وضاحت فرمائیں کہ آیا کسی بھی شخص (چاہے وہ والدین ہوں یا مشائخ کا صدر ہی کیوں نہ ہو) کے لیے اس حدیث کی روشنی میں کھڑا ہونا جائز نہیں؟ یا پھر اس حدیث شریف کا مفہوم کچھ اور ہے؟

جواب: واضح رہے کہ یہاں اصل میں دو چیزیں الگ الگ ہیں: ایک یہ کہ کسی کا یہ خواہش رکھنا کہ لوگ اس کے آنے پر کھڑا ہوا کریں۔ یہ متکبرین کا شیوہ ہے اور حدیث میں اس کی شدید مذمت آئی ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "جس شخص کو اس بات سے مسرت ہو کہ لوگ اس کے لیے سیدھے کھڑے ہوا کریں، اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے" (ترمذی وابوداود) بعض متکبر افسران اپنے ماتحتوں کے لیے قانون بنا دیتے ہیں کہ وہ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوا کریں اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس کی شکایت ہوتی ہے، اس پر عتاب ہوتا ہے اور اس کی ترقی روک لی جاتی ہے، ایسے افسران بلاشبہ اس ارشادِ نبوی کا مصداق ہیں کہ: "انہیں چاہئے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائیں"

اور ایک یہ کہ کسی دوست، محبوب، بزرگ اور اپنے سے بڑے کے اکرام ومحبت کے لیے لوگوں کا از خود کھڑا ہونا، یہ نہ صرف جائز، بلکہ مستحب (پسندیدہ) ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ ان کی آمد پر کھڑے ہو جاتے تھے، ان کا ہاتھ چومتے تھے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ اور جب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی آپ ﷺ کی آمد پر کھڑی ہو جاتیں، آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر چومتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ بٹھاتیں (مشکوٰۃ) یہ قیام، قیامِ محبت تھا۔ ایک موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرات انصار سے فرمایا تھا: "اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ!" (مشکوٰۃ) یہ قیام اکرام کے لیے تھا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ بیٹھے ہم سے گفتگو فرماتے تھے، پھر جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ ﷺ گھر تشریف نہ لے جاتے (مشکوٰۃ) یہ قیام تعظیم واجلال کے لیے تھا۔

لہٰذا مریدین کا مشائخ کے لیے، شاگردوں کا اساتذہ کے لیے اور ماتحتوں کا حکام بالا کے لیے کھڑا ہونا، اگر اس سے مقصود تعظیم یا محبت واکرام ہو تو مستحب ہے، مگر جس کے لیے کھڑے ہوتے ہوں اس کے دل میں یہ خواہش نہیں ہونی چاہئے کہ لوگ کھڑے ہوں۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

بینگن

حکیم شمیم احمد

اسم معروف بینگن، عربی میں اس کو باذنجان اور انگریزی میں (Brinjal) کہتے ہیں۔اس کے مزاج کے بارے میں اطبا کا اختلاف ہے۔خزائن الادویہ کے مصنف علامہ حکیم محمد نجم الغنی نے بینگن کا مزاج دوسرے درجے میں گرم خشک تحریر کیا ہے۔ بعض اطبا نے تیسرے درجے میں سرد خشک لکھا ہے اور بعض نے کہا کہ جو بینگن تازہ ہو اور تلخ نہ ہو اتو سرد و خشک ہے' جب کہ پرانا بینگن تیسرے درجے میں گرم و خشک ہوتا ہے۔ حکیم نجیب الدین ثمر قندی نے اس مزاج پر یہی دلیل پیش کی ہے اور جس بینگن میں پھیکا پن غالب ہوتا ہے' وہ سردی کی طرف مائل ہوتا ہے'اس میں کم گرمی ہوتی ہے۔مقام پیدائش کی وجہ سے بھی مزاج بدل جاتا ہے۔جو گرم ممالک میں پیدا ہوتا ہے وہ گرم و خشک ہوتا ہے اور جو بہت سے پانی میں پیدا ہوتا ہے اس میں سردی ہوتی ہے اور خشکی کم ہوتی ہے۔یہ ذائقے میں جتنا زیادہ کڑوا'پرانا اور زیادہ بیج والا ہوتا ہے وہ زیادہ خشک اور خراب ہوتا ہے۔

خالقِ کائنات نے کسی بھی شے کو کرۂ ارض پر بسنے والے انسانوں کے لیے غیر اہم اور غیر مفید نہیں پیدا کیا۔بینگن ایک سستی سبزی ضرور ہے'گو کہ اس کے غذائی خواص بلاشبہ نہ ہونے کے برابر ہیں'لیکن اس کا دامن غذائیت سے بالکل خالی بھی نہیں ہے۔یہ سبزی پاک و ہند میں بکثرت کھائی جاتی ہے۔یہ سودا بہت مقدار میں پیدا کرتی ہے۔ جسم میں سودا کی زیادتی سے بواسیر ہو جاتی ہے۔بینگن کو چھلکے سمیت پکانا نقصان دہ ہوتا ہے۔اس لیے اس سے استفادہ کرنے کے لیے اس کو ہمیشہ چھلکا اتار کر پکانا چاہیے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بینگن قابض 'نفاخ اور دیر ہضم ہے 'اسی لیے یہ پیٹ میں اپھارہ اور فاسد مادّے پیدا کرتا ہے۔اس کا کھانا ڈراؤنے خواب کا سبب بن سکتا ہے۔

السی کی طرح اپنے اندر محلل اثرات رکھتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کو آگ میں نیم گرم کر کے سرد اورام پر باندھتے ہیں۔اپنی تلخی و تیزی کی وجہ سے ایسا خون پیدا کرتا ہے کہ جس پر تیزی اور گرمی غالب ہوتی ہے۔ گرمی کے سر درد اور دوسرے گرمی کے دردوں کو بالخاصہ مفید ہے اور باوجود اس بات کے خود جگر اور تلی میں سدے پیدا کرتا ہے مگر دوسرے مواد کے سدے دفع بھی کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے پانی اور نمک کے ساتھ جوش دیں' پھر روغن بادام میں بھون کر اور سرکہ ملا کر کھائیں تو جگر و طحال (تلّی) کے سدے بھی دفع ہو جاتے ہیں۔اگر اس کو روغن میں پکایا جائے تو دست لاتا ہے اور سرکہ کے ساتھ پکایا جائے تو قبض پیدا کرتا ہے۔پیشاب آور ہونے کی وجہ سے سخت ورم کو نرم اور تحلیل کرتا ہے اور پسینے میں خوشبو پیدا کرتا ہے۔منہ کی بدبو کو دور اور رطوبات غریبہ کو خشک کرتا ہے۔یہ ایسی قے کو روکتا ہے جو کھانا کھانے کے بعد ہو جاتی ہے۔اس میں یہ عجیب خاصیت ہے کہ ایسے معدے کے لیے مناسب ہے جس میں کھانا ہمیشہ باقی رہتا ہو۔اگر ہاتھ پاؤں میں زیادہ پسینہ آتا ہو تو پانی میں بینگن کو جوش دے کر اس سے چند بار دھوئیں تو پسینہ بند ہو جائے گا۔

اطبّا کہتے ہیں کہ سفید بینگن بواسیر کو مفید ہے۔دل کو طاقت دینے میں مجرب ہے۔بینگن کا سرا گھس کر لگانا بواسیر کے مسّوں کے لیے بالخصوص مفید ہے۔ چھوٹے بینگن پانی اور نمک میں پکائیں پھر اس کا پانی نچوڑ کر ہموزن روغن زیتون کے ساتھ ہلکی آگ پر جوش دیں کہ پانی جل جائے اور روغن رہ جائے۔ دن کو اس روغن کو مسّوں پر لگائیں اور رات کو وہ پھوک مسّوں پر باندھیں۔ مسّے دور ہو جائیں گے۔ بینگن کو جلا کر اس کی راکھ سرکہ کے ساتھ مسّوں پر لگانا مسّوں کو ختم کرتا ہے۔اس کو تراش کر آنبہ ہلدی کے ہمراہ چوٹ کو اس سے سیکنا نفع دیتا ہے۔ بینگن کو بھوبل میں دبا کر نیم پختہ کریں اس کے بعد اسے نکال کر اس کا پانی نچوڑیں اور 60 ملی لیٹر کے قریب لے کر اس میں 25 گرام کے قریب گڑ گھول کر پئیں تو چوٹ کے لیے مفید ہے۔

بینگن کی دوسری فصل گرمی کے شروع میں ہوتی ہے۔ موسم گرما میں زیادہ گرمی پیدا ہوتی ہے۔اس وقت کے بعد موسم بسنت ہونے سے یہ بلغم کی زیادتی دور کرتا ہے۔اس لیے کم مقدار میں ساگ استعمال کرنا مفید ثابت ہوتا ہے۔زیادہ مقدار میں یہ گرمی پیدا کرنے والا اور دست آور ہو جاتا ہے۔

نوٹ : بینگن کا رس'ساگ یا بھرتہ زیادہ مقدار میں گیس و بد ہضمی پیدا کرتا ہے اور دست لاتا ہے'اس لیے کمزور مریضوں کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہیے۔

جوڑوں میں درد ہو اور اس کا سبب انجماد ہو تو خون تحلیل کرنے اور ایسے دردوں کو دور کرنے میں زود اثر ہے۔ بینگن موچ نکالنے اور ورم کو دور کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔اس مقصد کے لیے بینگن کے چھوٹے چھوٹے قتلے کر کے اور کھانے کا نمک آٹھواں حصہ ملا کر کسی برتن میں گرم کیجیے' جب قتلے ملائم ہو جائیں' نیم گرم موچ پر باندھ دیجیے' چند بار کے عمل سے موچ نکل جائے گی۔پختہ بینگن باریک پیس لیں اور چار گنا ویزلین میں ملا کر مرہم بنا لیں جن کے ہاتھ پائوں موسم سرما میں پھٹتے ہوں انھیں چاہیے کہ اپنے ہاتھ پائوں پر یہ مرہم مَلا کریں' پھٹنے بند ہو جائیں گے۔

عِرق النساء (لنگڑی کا درد) انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے۔اس کے لیے بینگن کو روغن ارنڈ (کسٹر آئل) میں تل کر اس میں مناسب ہینگ و نمک پسا ہوا ملا کر مقام درد پر لگوائیں بفضلہٖ تعالیٰ یہ عارضہ ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گا۔

بار بار موسم بخار کا حملہ ہونے کی وجہ سے تلّی بڑھ جاتی ہے اگر مریض کچھ روز بینگن کا ساگ بنا کر کھایا کرے تو تلّی کو آرام مل جائے گا'علاوہ ازیں اس طرح کا ساگ بے قاعدگی ایام کے لیے بھی مفید ہے'لیکن اس بات کا دیہان رکھا جائے کہ مریض کو قبض نہ ہونے دی جائے۔

بینگن کے پتوں اور پھولوں کو کچل کر اس میں شہد ملا کر مالش یا لیپ کرنے اور تھوڑی دیر بعد نیم گرم پانی سے دھونے سے خارش کو آرام آجاتا ہے۔

بینگن کا بھرتہ کھانا زیادہ مناسب اور فائدہ مند ہے کیوں کہ اس کا چھلکا اتار دینے سے کم تکلیف دہ ہوا کرتا ہے۔ بلغمی مزاج والوں کے لیے بینگن کا سالن زیادہ مفید غذا ہے۔کیوں کہ بینگن بلغم کا دشمن ہوتا ہے۔اس کے کھانے سے بلغم ختم ہو جاتی ہے۔بینگن کا سالن دل کے لیے اچھا ہے اس کو تقویت دیتا ہے۔

بینگن کے سرے اور چھلکے لے کر انھیں دھوپ میں خشک کریں پھر انھیں کوئلوں پر ڈال کر بواسیر کے مسّوں کو دھونی دیں۔ چند روز یہ عمل کریں بواسیر کے مسّے دور ہو جائیں گے اور تکلیف دور ہو جائے گی۔اگر بینگن کو جلا کر اس کی راکھ شہد میں حل کر لیں اور بواسیر کے مسّوں پر مَلیں تب بھی بواسیر کو شفا حاصل ہو گی اور مسّے جھڑ کر گر جائیں گے۔

بینگن کا بھرتہ کھانا سود مند ہوتا ہے۔نقائص سے بری ہوتا ہے کیوں کہ خاص نقص اس کے چھلکے میں ہوتا ہے'اس میں دہی اور دھنیا ملانا مفید ہوتا ہے۔

بینگن کو پانی میں اتنا پکائیں کہ وہ گل جائے پھر نچوڑ کر صاف کر کے روغن زیتون یا روغن السی ملا کر اتنا پکائیں کہ پانی جل جائے۔اس روغن کا مَلنا شقاق مِقعد'اورامِ عصب اور بواسیری مسّوں کو مفید ہے۔

پُرسکون نیند کے لیے بینگن کو چھیل کر گھی اور دہی میں پکا کر کھائیں۔

قدیم دور کے حکیم نہ صرف جسمانی اعضا اور ان کی بیماریوں سے بخوبی واقف تھے' بل کہ حکمت اور دانائی ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی'جب کہ موجودہ دور کی طرح علم طب کے حصول کے لیے بڑے بڑے تعلیمی ادارے بھی نہ تھے' بل کہ درسگاہیں کچی اینٹوں سے بنی ہوتی تھیں لیکن حذاقت کا یہ عالم تھا کہ تشخیص کے لیے مریض پر ایک نگاہ ڈالتے اور مرض کی تہہ تک پہنچ جاتے' اب توامراض کے امتحان اور جانچ پڑتال کے لیے کتنی لیبارٹریاں قائم ہو گئی ہیں'لیکن پھر بھی صحیح تشخیص نہیں ہو پاتی۔

علم طب کو یونان میں بہت عروج ملا۔اس کے بعد ہندوستان میں دہلی' علی گڑھ' لکھنؤ اور بھوپال میں یہ خوب پروان چڑھی اور یہاں کے نبّاض اور حُذّاق طبیبوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا' موقع کی مناسبت سے انھی حکیموں میں سے ایک حکیم صاحب کی حذاقت کا واقعہ ملاحظہ ہو۔

ایک حکیم صاحب طلبا کو علم طب کا درس دے رہے تھے'اسی اثنا میں ایک مریض داخل ہوا جس کے جسم کے تمام مسامات سے بجائے پسینے کے خون رِس رہا تھا۔ حکیم صاحب نے سب طلبا سے سوال کیا کہ یہ خون کیوں رِس رہا ہے اور اس کے لیے کیا دوا تجویز کی جائے'لیکن کوئی بھی شاگرد جواب نہ دے سکا' چناں چہ حکیم صاحب نے اس مریض کو بینگن کا بھرتہ کھانے کا مشورہ دیا اس سے خون رِسنا بند ہو گیا۔ حکیم صاحب نے شاگردوں کو وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ اس مریض نے ایسی غذائیں استعمال کی تھیں جس سے خون پتلا ہو گیا تھا۔ بینگن کے بھرتہ میں یہ خاصیت موجود ہے کہ خون کو گاڑھا کر دیتا ہے اور جب خون گاڑھا ہو گیا تو مسامات سے خون رِسنا بند ہو گیا۔

06

New Zaiby

26

باپ کا بیٹی کے نام خط نمبر 25

محمد دانش

کامیاب ازدواجی زندگی کے رہنما اصول

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی ! ہمارا دین شوہر کی خوش نودی پر زور دیتا ہے۔ انھیں خوش رکھنے کے لیے کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے ؟ مردوں کی فطرت ' خیالات اور ضروریات کے مختلف ہونے کی وجہ سے کوئی نپاتُلا طریقہ کار نہیں بتایا جاسکتا۔ اس لیے تجربات اور تحقیق کے نتیجہ میں سامنے آنے والے کچھ ایسے رہنما اصول میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جن کو آپ اپنے حالات کے مطابق اپنا کر اپنی ازدواجی زندگی میں بہتری لاسکتی ہیں۔

1۔۔۔ ایک اہم بات ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ کے نزدیک خوش گوار ازدواجی زندگی کی اہمیت اور افادیت واضح ہونی چاہیے۔ آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ شادی نباہ کرنے بل کہ خوش اسلوبی کے ساتھ نباہ کرنے کے لیے کی جاتی ہے اور اس میں بحیثیت بیوی آپ کا کردار نہایت اہم اور کافی حد تک فیصلہ کُن حیثیت کا حامل ہے۔ اس لیے آپ اپنی ازدواجی زندگی میں بہتری لانے اور اسے کامیاب بنانے کے لیے اگر کوئی قدم اُٹھاتی ہیں تو وہ آپ کے لیے باعث عظمت ہے۔ باعث ہتک نہیں ' کیوں کہ جب انسان کسی عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرتا ' قربانیاں دیتا ہے اور اپنی ذات سے ہٹ کر دوسروں کا خیال رکھ کر وہ عظیم مقصد حاصل کرلیتا ہے تو وہ اس کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ بھلا پُر سکون اور خوش گوارِ ازدواجی زندگی سے بڑھ کر بھی کوئی کامیابی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اسے کبھی انا کا مسئلہ نہ بنائیں اور نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ اپنے گھر کی خوشیوں کے لیے ہر ممکن کوشش کیجیے کہ آپ کا گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔

2۔۔۔ دیکھو بیٹی ! مرد فکرِ معاش اور روزگار کے حصول کی جدوجہد میں عموماً نہایت مشکل حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی سب سے بڑی خواہش اور ضرورت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ تھکاماندہ گھر میں قدم رکھے تو ایک پُر سکون ' آرام دہ اور خوش گوار ماحول میں اس کا استقبال کیا جائے۔ لہٰذا آپ کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ گھر میں داخل ہوتے ہی شوہر کو مسائل اور مشکلات سے فوری طور پر آگاہ نہ کریں بل کہ ایک خوش کن فضا برقرار رکھیں۔ ہاں اگر کوئی ایمرجنسی کی صورت ہو تو حکمت عملی سے کام لے کر اسے بتا دینا چاہیے۔ اس کے علاوہ بات بات پر جھگڑا کرنے ' بدکلامی یا بدزبانی سے بھی پرہیز کرنا لازمی ہے ' کیوں کہ اس سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ ایک تو گھر کا ماحول خراب ہوتا ہے ' دوسرے اس طرح معاملات بگڑتے ہیں ' سدھرتے نہیں ' اس کی وجہ یہ ہے کہ مرد جھگڑے اور دباؤ سے زیادہ مدلّل اور مصلحانہ انداز کی بات مانتے ہیں۔ اس لیے آپ بھی چیخ پکار یا لعنت ملامت کے بجائے سمجھانے کا مثبت انداز اپنائیے۔ موقع کی مناسبت سے بات کرنے کی عادت ڈالیں۔ اگر فوری طور پر شوہر آپ کے مطالبات ماننے سے انکار بھی کردے تو آپ تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتظار کریں۔ کچھ عرصہ بعد ضرور آپ کی بات کا اثر ہوگا۔ آپ گھر کی فضا خوش گوار اور پُر کشش رکھیں ' تاکہ آپ کا شوہر گھر آنے کے لیے بے قرار رہے۔

3۔۔۔ کامیاب ازدواجی زندگی میں شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے ساتھی ' غمگسار اور دکھ سُکھ بانٹنے والے دوست کی طرح رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے مشاغل میں دلچسپی لیتے ہیں اور ایک دوسرے پر بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں۔ یاد رکھیے بیٹی کہ باہمی اعتماد اور بھروسہ شادی شدہ زندگی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے ' لیکن یہ ایک ریت کے گھروندے کے مانند بھی ہوتا ہے ' جو ایک بار ٹوٹنے کے بعد دوبارہ نہیں بنتا۔ اس لیے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ باہمی اعتماد کو کسی صورت بھی ٹھیس نہ پہنچنے پائے۔ اس کے علاوہ زندگی کے کسی دور میں بھی شوہر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ مرد بحیثیت شوہر دن بدن ایک ایسے بچے کی مانند ہوتا ہے جسے مستقل طور پر بھرپور توجہ ' محبت اور اہمیت درکار ہوتی ہے۔ اسے اپنی بیوی سے محبت اور گرم جوشی کے اظہار کی توقع ہوتی ہے۔ وہ خاتون بہترین بیوی کہلانے کی مستحق ہوتی ہے جو ان توقعات پر پورا اتر سکے۔

دعاگو
آپ کے ابو

نوٹ : کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے کے مزید رہنما اصول انشاء اللہ آئندہ خط میں تحریر کروں گا۔

مجھے سب پتا ہے

ثانیہ ساجد عیسانی

انتہائی خوبصورت اور اعلیٰ ڈیزائن کا تیار کردہ یہ نئے زمانے کا اوپن کچن جس میں ٹرے سے لے کر واٹر فلٹریشن تک کی ہر سہولت موجود تھی اور اس بڑے سے ماڈرن کچن میں پرانے زمانے کی خواتین کی طرح دوپٹہ سر سے باندھے کام کرتی رامین اپنی ہی دھن میں مگن تھی۔ وہ برتن دھونے لگی تو شیفون کا یہ بل کھاتا ہوا دوپٹہ بار بار سر سے سرکنے لگا' اسے اِس سے الجھن ہونے لگی۔ رامین کے شوہر کو اس کا گھر میں ہر وقت دوپٹہ باندھے رکھنا بالکل پسند نہ تھا۔ باہر غیر مردوں کے سامنے پردہ کرنے کا وہ بھی کہتا تھا' لیکن اس کی خواہش تھی کہ رامین اس کے سامنے بہت اسٹائلش طریقے سے رہا کرے۔

"میری دادی کہتی تھیں کہ دوپٹہ سر سے اتر جائے تو شیطان دماغ پر قابض ہو جاتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ ہمیشہ راحیل کو خاموش کرا دیتی تھی۔

آخر جب دوپٹہ سرک سرک کر گندے برتنوں پر آگرا تو رامین کو بہت غصہ آیا اور اس نے بالآخر دوپٹہ اتار کر کونے میں رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب اس کا کام ختم ہو گیا تو اس نے کونے پر سے دوپٹہ اٹھایا اور دوبارہ سر پر اوڑھنے کے بجائے اس بار اس نے دوپٹہ گلے میں ڈال لیا۔

"آج راحیل مجھے اس طرح سے دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔" اس نے سوچا۔

یہ سوچ کر جب وہ کچن سے باہر نکلی تو اس نے اگلے کمرے میں راحیل کو اپنی ساس کے ساتھ گفتگو میں مصروف پایا۔ کچھ دیر اس نے وہیں انتظار کیا' لیکن ان دونوں کی بات چیت ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ کمرے میں آگئی' اس نے خود کو شیشے میں دیکھا۔

"واقعی آج میں کتنی پیاری لگ رہی ہوں۔" اس نے سوچا' پھر وہ پیچھے مڑی۔

"امی اور راحیل آخر اتنی دیر سے کیا باتیں کر رہے ہیں؟ کہیں وہ راحیل کو میرے خلاف تو کچھ نہیں کہہ رہیں؟" ابھی اس نے یہ سوچا ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور راحیل اندر آیا' اس نے دراز میں سے گاڑی کی چابی نکالی اور بنا رامین کی طرف دیکھے چپ چاپ باہر چلا گیا۔

"ضرور میرے متعلق ہی کوئی بات ہے' تبھی تو راحیل اس طرح بغیر مجھ سے بات کیے اور بغیر مجھے دیکھے یوں باہر چلے گئے۔" رامین کو بہت غصہ آنے لگا۔

"یہ کیا بات ہوئی!!! اگر راحیل کی امی نے ان سے میری کوئی شکایت کی ہے تو انھیں پہلے مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا؟ یا کم سے کم ذکر تو کرتے۔ یوں منہ اٹھا کر باہر فرار اختیار کر لی' جیسے جو ان کی امی نے کہا ہو وہ پتھر پر لکیر ہو۔" غصے میں یہ سوچتی ہوئی رامین کمرے سے باہر نکلی اور اپنی ساس کے پاس گئی۔

اسے دیکھتے ہی اس کی ساس نے کہا "ارے' آؤ بیٹا رامین! یہاں بیٹھو... راحیل کہاں ہے؟ اسے بھی بلا لاؤ' سب ساتھ بیٹھ کر یہ مونگ پھلیاں اور پستے کھاتے ہیں۔" ابھی ان کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ رامین منہ پھیر کر وہاں سے چلی گئی۔

"ایسے بن رہی ہیں' جیسے انھوں نے کچھ کیا ہی نہ ہو۔" وہ غصے میں بڑبڑانے لگی۔

تھوڑی دیر میں راحیل بھی گھر آگیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی گرم گرم مونگ پھلیوں کی سوندھی مہک نے اسے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور اس کے قدم اپنی امی کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔ اس بات نے رامین کو مزید آگ بگولہ کر دیا' وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب راحیل کمرے میں آیا تو اسے دیکھ کر رامین نے پلنگ جھٹکنا شروع کر دیا۔

"کیا ہوا رامین... تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا؟" راحیل نے پوچھا۔

"واہ واہ! کیا بات ہے دونوں ماں بیٹے کی..." یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ پر آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا رامین؟" راحیل چونک گیا "تم امی کے بارے میں کیا کہہ رہی ہو؟"

"میں کیا کہہ رہی ہوں راحیل' میں!!!" رامین نے حملہ کیا "کیا تو تمہاری امی نے ہے' تمہیں میرے بارے میں ایسا کچھ جسے سن کر تم یوں مجھے نظر انداز کرتے ہوئے گھر سے باہر چلے گئے اور..."

"رامین! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے' ایسا کچھ نہیں ہے۔" راحیل نے بات کاٹ کر بڑی مشکل سے خود کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے سب پتا ہے' ایسا ہی ہے۔" رامین بحث کرنے لگی۔

"تم پاگل ہو گئی ہو۔" یہ کہہ کر راحیل واش روم میں چلا گیا اور رامین آنکھیں بند کر کے زبردستی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

دو دن تک راحیل اور رامین ایک دوسرے سے خفا رہے۔ رامین کا رویہ اپنی ساس کے ساتھ بھی اکھڑا اکھڑا سا تھا۔ گھر کے ماحول میں عجب سی ایک بے سکونی سی تھی۔ شام کو رامین کی والدہ کا فون آیا اور رامین نے رو رو کر انھیں ساری کہانی سنا دی۔ رامین کی والدہ ایک سمجھ دار خاتون تھیں' انھوں نے پہلے سب سنا اور پھر رامین کو سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"دیکھو رامین! تم نے اپنی ساس کو راحیل کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تھا پر سنا کچھ بھی نہیں' تو تم یہ کیسے تسلیم کر سکتی ہو کہ وہ دونوں تمہارے خلاف بات کر رہے تھے۔"

"امی! مجھے راحیل کے رویے سے ایسا محسوس ہوا..."

"تم نے راحیل سے اس کے رویے کی وجہ دریافت کی؟" انھوں نے رامین کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی سوال کر لیا' جس پر وہ خاموش رہی۔

"بے وقوفی بند کرو رامین... اور دوسروں کے متعلق اپنی طرف سے غلط غلط اندازے لگانا چھوڑ دو۔"

امی کی یہ بات سن کر رامین کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور اسے یوں لگا کہ شاید ہو سکتا ہے کہ اس کی امی ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ اس نے خود کو قائل کرنے کی بہت کوشش کی اور بالآخر کامیابی پائی۔ رات تک اس کا موڈ بالکل ٹھیک ہو گیا تھا اور حیرت انگیز طور پر اس نے محسوس کیا کہ باقی گھر کے افراد کا رویہ اور موڈ بھی بالکل ٹھیک تھا' بل کہ ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔

زندگی پھر سے حسین اور خوش گوار ہو گئی' پھر ایک دن رامین کی نند اس کے گھر آئی۔ راحیلہ باجی کے آنے سے گھر میں رونق سی آگئی۔ رامین نے بڑی خوش دلی سے اپنی نند کی خاطر تواضع کی۔ شام کی چائے کے ساتھ کُرکُرے سے پاپ کارن اور میٹھے میٹھے کیک رس لے کر جب رامین اپنی ساس کے کمرے میں جانے لگی تو راحیلہ باجی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"اور سر چڑھائیں آپ اس کو۔" وہ بہت غصے میں تھیں "ایک دن آئے گا اور آپ کو یہ گھر بیچنا پڑ جائے گا اس کی وجہ سے' میں نے آپ کو کتنا سمجھایا تھا کہ limit میں رکھیں..."

رامین کو دیکھ کر راحیلہ باجی خاموش ہو گئیں۔ رامین ٹرے میز پر رکھ کر وہاں سے چلی گئی' وہ اپنے کمرے میں جا کر خوب روئی۔

"میں اتنے خلوص اور محبت سے راحیلہ باجی کی خاطر مدارات کر رہی ہوں اور وہ میرے بارے میں ایسی سوچ رکھتی ہیں۔" رامین دکھ کے مارے نڈھال ہو رہی تھی۔ "اور وہ اپنے ساتھ ساتھ امی کو بھی میرے خلاف کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔"

"تم کیسے اتنے یقین سے کہہ سکتی ہو کہ وہ تمہارے بارے میں بات کر رہی تھیں۔" اس کے اندر سے آواز آئی۔

"اس گھر میں میرے علاوہ اور ہے ہی کون؟" اس نے اپنے اندر کی آواز کا انتہائی ڈھٹائی سے مقابلہ کیا "ہر بار میں غلط نہیں ہو سکتی۔" اس نے راحیل کے گھر آتے ہی اسے پوری کہانی سنا دی' راحیل کو اس کی بات پہ یقین نہیں آرہا تھا۔

"میں نے خود اپنے کانوں سے ان دونوں کو اپنے خلاف باتیں کرتے سنا ہے کہ میں آپ کی امی کو گھر بیچنے پر مجبور کر دوں گی اور پتا نہیں کیا کیا..." رامین نے روتے ہوئے کہا۔ "وہ ایسا نہیں کر سکتی" راحیل نے کہا "تمہیں یقین ہے کہ وہ دونوں تمہارے بارے میں ہی کہہ رہی تھیں۔"

"ارے تو میرے علاوہ اور ہے ہی کون اس گھر میں..." رامین جھنجھلا گئی "آپ کیوں میری بات کا یقین نہیں کر رہے؟"

یہ سن کر راحیل کمرے سے باہر چلا گیا۔ رامین نے دیکھا کہ وہ کافی دیر تک امی اور راحیلہ باجی سے بات کرتا رہا' تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ بند ہو گیا۔

"ضرور اب راحیلہ باجی میرے شوہر کو میرے خلاف کر رہی ہوں گی" رامین نے سوچا "اللہ پوچھے گا ان کو جو دوسروں کے گھروں میں آگ لگاتی ہیں۔"

کافی دیر بعد راحیل کمرے سے باہر آیا اور غصے سے رامین کو گھورنے لگا۔ "لگتا ہے راحیلہ باجی کا جادو چل گیا" رامین تھوڑی ڈر سی گئی۔

اس کی ساس نے باہر آکر کھانا لگانے کا حکم دیا اور پھر سب دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ راحیل کا موڈ بہت خراب تھا۔ راحیلہ باجی کے جانے کے بعد جب رامین اپنے کمرے میں آئی تو اس نے دیکھا کہ راحیل اس کے انتظار میں آستین چڑھائے چکر کاٹ رہا تھا۔ غصے سے اس کے کان سرخ ہو رہے تھے۔ رامین خوف زدہ ہو گئی۔ "شرم آنی چاہیے تمہیں۔" راحیل نے غصے سے کہا۔

"مجھے شرم آنی چاہیے یا آپ کی بہن کو جو یوں آئی اور میرے گھر میں آگ لگا کر چلی گئی۔" رامین بنا سوچے سمجھے بولتی چلی گئی۔

"رامین بس کرو..." غصے میں راحیل کا ہاتھ اٹھ گیا۔

"جانتی ہو راحیلہ باجی کیا کہہ رہی تھیں" راحیل نے بتانا شروع کیا "راحیلہ باجی کو ان کے شوہر نے گھر سے نکال دینے کی دھمکی کے ساتھ' تین لاکھ کا مطالبہ کیا ہے۔" راحیل نے بتایا۔

راحیلہ باجی کے سسرال والے شروع ہی سے لالچی طبیعت کے مالک تھے اور ہمیشہ کچھ نہ کچھ فرمائش کرتے رہتے تھے' جو راحیلہ باجی کے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی ان کی امی پوری کرتی رہیں' جس کے نتیجے میں آج بات تین لاکھ تک آپہنچی۔

"جو الزام تم نے میری بہن پر لگایا ہے اس کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔" راحیل کی اس بات پر رامین بے حد شرمندہ ہوئی' اس کا دل کیا کہ وہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرے۔

راحیل اس سے بے حد ناراض تھا اور رامین سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

شرمندگی کا احساس الگ سے اسے گاڑھے جا رہا تھا' وہ اپنی امی کے گھر چلی گئی اور انھیں سب کچھ بتا دیا۔

"رامین تم اس سے پہلے بھی یہ غلطی کر چکی ہو۔ دوسروں کے متعلق غلط اندازے لگانا وہ بھی بغیر ثبوت اور تصدیق کے بدگمانی میں شمار ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا گناہ ہے جو ہمارے تمام اچھے کاموں کے ساتھ ساتھ تمام نیک اعمال بھی ضائع کر دیتا ہے۔" امی نے اسے سمجھایا۔

"امی! میں راحیل کا اعتماد کھو چکی ہوں اور انھوں نے کہا ہے کہ وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے۔" رامین کی آنکھوں میں آنسوں تھے "سب کچھ بگڑ چکا ہے اور کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔"

"تم اب تک باز نہیں آئی بیٹا!" امی نے کہا "پھر سے تم نے اپنے آپ سے اندازہ لگایا کہ کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔"

"تو پھر میں کیا کروں امی!" رامین نے پوچھا۔

"غلطی سے توبہ کے بعد اصلاح اور پھر دوبارہ ایسا نہ کرنے کا عزم سب کچھ ٹھیک کر دیتا ہے۔" امی نے اسے سمجھایا۔

شام کو رامین اپنے گھر لوٹی۔ بدگمانی سے توبہ تو وہ پہلے ہی کر چکی تھی' لیکن اس بار یہ غلطی نہ کرنے کا عزم اس کے اندر دوڑ رہا تھا۔ اس کی امی بالکل ٹھیک کہہ رہی تھیں۔ بدگمانی نے اس کے بہت سے نیک اعمال بھی ضائع کیے اور اس کی عزت کو بھی پانی میں ملا دیا' جو کافی عرصے کی محنت سے اس نے سسرال میں کمائی تھی۔

گھر پہنچتے ہی اس نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ اس نے صاف دل سے سب سے دوبارہ بات چیت شروع کر دی اور حیرت انگیز طور پر اس نے محسوس کیا کہ گھر کے باقی افراد بھی اس کے ساتھ اسی محبت اور شفقت سے پیش آ رہے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

07

Zuyufur Rehman

30

ٹنگ ٹونگ

قسط نمبر 2

شیخ عظم ترکر

"چلے گئے کیا آپ کے دوست؟" دودھ کی پتیلی رکھ کر اس نے اپنی روشن آنکھوں سے مجھے دیکھا۔

"نہیں بیگم! ابھی میں اسی کے لیے چائے بنانے آیا تھا۔" میں نے نرمی سے کہا اور چائے کے لیے پتیلی ڈھونڈی۔ "میں بنادوں..." اس نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

"نہیں... تم بچوں کو دیکھو۔ بس مجھے لائیٹر بتادو کہاں رکھا ہے۔" میں نے مصروف انداز میں جواب دیا۔ وہ بچوں کی وجہ سے لائیٹر چھپا دیتی تھی۔ میں نے چائے دو پیالیوں میں نکالی اور بسکٹ پلیٹ میں سجا کر ٹرے لیے ڈرائنگ روم میں آیا تو وہ فہمِ دین پڑھنے میں مگن تھا کہ میرے آنے کو بھی محسوس نہ کر سکا۔

"ارے! تم کیوں اٹھا کر لائے ہو ٹرے... بھابھی کہاں ہیں؟" میرے کھنکارنے پر وہ چونک کر بولا۔

"وہ بچوں کو سلا رہی ہے اور ویسے بھی وہ پردہ کرتی ہے۔"

"اچھا..." وہ شاید بھوکا تھا۔ جلدی جلدی چائے میں بسکٹ ڈبو کر کھانے لگا۔

"بھائی! ذائقہ ہے بھابھی کے ہاتھ میں۔ ایک میری بیوی ہے... اتنی بدمزہ چائے بناتی ہے کہ ہر کسی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔"

اس کی بات پر میں نے مسکرا کر کہا: "یہ چائے مابدولت نے بنائی ہے صاحب۔"

"کیا..." اسے ایک دم اچھو کا لگا۔ اچھی خاصی چائے اس کے کپڑوں میں چھلک گئی۔ میں نے جلدی سے ٹشو اٹھا کر اسے دیا۔ "تم نے مرد ہو کر چائے بنائی ہے؟" وہ تھوڑا ریلیکس ہوا تو بولا۔

"تمہیں میرے مرد ہونے پر اعتراض ہے یا چائے بنانے پر؟" میں نے مسکرا کر سوال کیا۔

"بھائی! مجھے تو تمہاری ساری باتیں ہی عجیب لگ رہی ہیں۔ کچھ زیادہ ہی تم نے اپنی بیوی کو سر پر چڑھایا ہوا ہے۔" وہ مجھے عجیب نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میں نے اسے سر پر نہیں چڑھایا ہوا بھائی! یہ مقام اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہے۔ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں ایک طویل دور ایسا رہا ہے، جس میں عورت، مال و متاع کی طرح ایک شے تھی۔ اسے اگر تھوڑی بہت اہمیت دی بھی جاتی تو خادمہ یا کنیز سے زیادہ نہیں۔ عورت ذات کو انتہائی حقیر چیز جانا جاتا تھا۔ اسلام نے عورت کو مقام دیا، ان کو حقوق دلائے۔ ماں کا رتبہ الگ بنایا، بہن کو، بیٹی کو، بیوی کو، ہر رشتے کو اس کا صحیح مقام دلایا۔ اسلام سے پہلے عورت کو فطرت اور قانونِ الٰہی کے خلاف بالکل حیوان سمجھا جاتا تھا۔ سورۃ البقرہ میں آیا ہے کہ "اور عورتوں کے لیے بھی اسی طرح حقوق مردوں پر ہیں، جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔"

یہ بات صحیح ہے کہ اللہ رب العزت نے مرد کو عورت سے ایک درجہ زیادہ دیا ہے، لیکن وہ اس لیے کہ مرد عورت کی رہبری اور رہنمائی کا فرض ادا کرے۔ اس کے لیے آرام اور آسائش کا ہر سامان مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ مرد عورت کا محافظ ہوتا ہے، اپنی زندگی کی محنت کا سرمایہ عورت پر خرچ کرتا ہے اور یہ مرد کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے۔ موجودہ دور میں بعض مرد اپنے اس مقام کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، حاکم بن کے حکم چلاتے ہیں، جو مقام اسلام نے عورت کو دیا ہے، اس سے نظریں چرا کر زمانۂ جاہلیت والا سلوک کرتے ہیں۔" میں نے پانی کا گلاس اٹھا کر پیا۔ وہ کارپٹ پر نظریں گاڑھے سُن بیٹھا تھا۔

"اسلام نے عورت کو چاہے ماں کے روپ میں ہو، بہن کے، بیوی کے یا بیٹی کے روپ میں ہو، ہر روپ میں عورت کو ایک مقام اور مرتبہ دیا ہے۔ عورت اگر ماں کے روپ میں ہے تو بچوں کی دین کے مطابق پرورش کرنا اس کا فرض ہے، بیوی کے روپ میں ہے تو شوہر کے ازدواجی حقوق پورے کرنا اس کا فرض ہے۔ ہاں اگر وہ شوہر کے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ بھرے پورے گھر میں رہتی ہے تو اُن کی راحت کا خیال رکھنا، ان کی خوشیوں میں شریک ہونا، انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرنا، اُن کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا یہ ہر بہو کا اخلاقی فریضہ ہے۔

عورت کو چاہیے کہ وہ شوہر اور گھر کے دیگر افراد اور مرد کو چاہیے کہ وہ بیوی کی حوصلہ افزائی اور دِل جوئی کرے اور ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے گھر کے کاموں میں بیوی کا ہاتھ بٹائے اور اگر اُس کے لیے یہ ممکن نہ ہو اور وہ صاحبِ حیثیت بھی ہے تو اسے چاہیے کہ گھر کے کام کاج کے لیے ملازمہ رکھے۔ اس سے عورت کی صحت بھی صحیح رہے گی اور وہ شوہر اور بچوں کا بہتر انداز میں خیال بھی رکھ سکے گی۔

آج کل یہ رواج جو عام سا ہو گیا ہے کہ شادی کی رات ہی دلہن سے (جاری ہے)

مجھے تجھ سے ملنا ضرور ہے

آخری قسط

اُمتی

جب تک اس نے خود پکڑ پکڑ کر نہیں کاٹے۔" وہ روتے ہوئے بتانے لگی۔

دادی تیل اور بال سب بھول کر غصے کے انداز میں اس کو دیکھتی رہ گئی۔

"تم پاگل تو نہیں ہو؟؟ کیوں تم نے اس کو اجازت دی ہاتھ اٹھانے کی؟؟ اپنے ماں باپ کو بتاتی۔"

"نہیں دادی! وہ بہت امیر اور بااثر لوگ ہیں۔ ابا کمزور آدمی ہیں اور میرا ایک ہی بھائی ہے، سب جیل میں ہوں گے یا زمین کے نیچے، اگر میں نے اس کو چھوڑنے کی کوشش بھی کی تو۔" اس نے پتھرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

دادی غم و مایوسی سے اس کو دیکھتے ہوئے آہستہ سے بولیں "پتا نہیں شادی کرتے وقت ماں باپ کو کیا ہو جاتا ہے، کچھ دیکھتے ہی نہیں۔"

وہ ہذیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولی "نہیں، نہیں دادی! میرے ماں باپ نے سب کچھ تو دیکھا تھا میرے لیے۔ بڑا گھر، بڑی گاڑی، خوبصورت اور اکیلا امیر ترین لڑکا۔ اب اگر وہ نماز نہیں پڑھتا یا اس کی اپنی کوئی "پرائیویٹ لائف" ہے یا وہ اپنی بیوی کو اپنے بزنس کی ہر ڈیل میں استعمال کرنا چاہتا ہے تو اس میں ان کا کیا قصور... اور اگر اس کی زندگی میں اللہ کا خوف نہیں بل کہ اللہ ہی نہیں ہے تو یہ کوئی دیکھنے کی چیز تو نہیں ہے ناں دادی!۔" پھر وہ اپنے بہتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کر بولی: "دادی! کیوں نہیں ماں باپ شادی کرتے وقت یہ دیکھنے کی ضرورت سمجھتے کہ جس کو دل کا ٹکڑا دے رہے ہیں اس کے اندر خوفِ خدا بھی ہے یا نہیں؟ اس کے چمک دار ظاہر کے اندر کہیں داغ دار باطن تو نہیں؟ کیوں نہیں۔ دادی، کیوں نہیں..."

وہ اس اونچے درجے کی عورتوں کو دیکھتی تو اکثر اسے خیال آتا کہ کیسے اہلِ کفر نے اسلام کی تعلیمات کے متوازی اپنی باطل کوششیں کی ہوئی ہیں اور جس کے لیے سب سے بڑا ذریعہ اس طبقہ کی زیادہ تر خواتین بنی ہوئی ہیں اور ان بے چاریوں کو اس کا خیال بھی نہیں اور پھر یہی خواتین ایک ایسینسل تیار کر رہی ہیں، جن کا معبود مادیت ہے، جو دین کی خدمت تو کیا ہی کرے گی، ان کی نظر میں دین optional ہے... عملی زندگی میں apply ہونے والی چیز نہیں۔ اس کا دل ہر تقریب سے واپسی پر آٹھ آٹھ آنسوں روتا، اکثر وہ سوچتی کہ ہم یہاں تک کیسے پہنچے؟ دین ہماری زندگیوں سے، ہماری محفلوں سے کیسے نکل گیا اور مغرب کی تہذیب اتنی پسندیدگی کے ساتھ ہمارے اندر کیسے رچ بس گئی ہے، پھر اسے خیال آتا در حقیقت اہلِ کفر نے امت کی سب سے قیمتی چیز عورت کو گمراہ کرنے کے لیے اس کی سوچ کو بدلنے پر اپنی پوری طاقت لگا دی ہے، کیوں کہ یہ عورت جس کو انبیا والا کام انسانوں کی تربیت کا سونپا گیا ہے۔ اس کے ہاتھوں میں وہ لوگ تیار ہونا تھے جو ان کو نیست و نابود کرنے کی ہمت رکھتے ہیں، تو بس اس عورت کو اس بڑے مقصد سے ہٹا کر دنیا کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں الجھا دیا۔ اس کا دل خون کے آنسوں روتا جب زندگی کے ہر دور میں اس صنف کا مقصد صرف دنیا کے گرد ہی گھومتی دیکھتی اور پھر ان ہاتھوں میں جو نسل تیار ہو رہی ہے اس کی بربادی کا تو کہنا ہی کیا۔

دادی کمرے سے نکلی تو کسی کی رونے کی آواز آئی، دیکھا تو یہ ان کی بہو تھیں جو لاؤنج میں بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ وہ ان کے پاس آ گئیں۔

"کیا ہوا عمرانہ تم رو کیوں رہی ہو؟"

"اماں..." یہ کہتی ہوئی وہ ان کے گلے لگ گئی۔

"اماں! میں نے آپ کی اور سارہ کی ساری باتیں سن لیں ہیں۔ اماں! میری بیٹی..."

یہ کہہ کر وہ دادی کے گلے لگ کے تڑپ تڑپ کر رونے لگی۔ دادی آہستہ آہستہ اس کو سہلاتی رہی۔ تھوڑی دیر میں اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولا:

"اماں! سارہ کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ وہ تو اتنی نیک تھی، ضرور یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔"

"نہیں بیٹا! تم اس کی ماں ہو، تم اس کے لیے جان بوجھ کر برا نہیں کر سکتی۔ یہ سارہ کی تقدیر ہے، اس کا نصیب ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے ستّر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں تو کیا اس رب کو اپنے بندوں کا امتحان لینے کا بھی حق نہیں؟ اور بیٹا ہر انسان بقدر اپنے ایمان کے آزمایا جایا گیا ہے۔ یہ وقت بھی گذر جائے گا، تکلیف بھی ختم ہو جائے گی اور تم دیکھنا، سارہ اس مشکل وقت سے اپنے مضبوط ایمان کے سہارے کیسے نکل آئے گی اور پھر اجر باقی رہے گا، جو نہ صرف آخرت کی کون کون سی منزلوں کو آسان کر دی گا، بل کہ اس دنیا میں بھی اللہ کے قرب کی وہ منزلیں اس آزمائش کے ذریعہ وہ طے کر لے گی کہ پھر اس کے قدم کبھی نہیں ڈگمگائیں گے۔"

دادی نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اماں! کیسے کیسے دنیا دوروں کی، گناہوں سے بھری ہوئی شادیاں ہوتی ہیں اور کامیاب ہو جاتی ہیں۔ وہ لڑکیاں، جن کے کتنے کتنے boy friends ہوتے ہیں، facebook جن کی تصویروں سے سجے ہوتے ہیں۔ وہ بھی خوش ہیں اور میری بیٹی جس کو 15 سال کی عمر سے کسی نامحرم نے دیکھا تک نہیں، اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا؟ اماں! نیک لوگ ہی کیوں آزمائے جاتے ہیں؟" یہ کہہ کر وہ پھر سے رونے لگی۔

"جو جتنا نبی کریم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرے گا اس کو اتنا ہی آزمایا جائے گا۔ کیا نبی اکرم ﷺ کی بیٹیوں سے (نعوذ باللہ) کوئی گناہ ہوا تھا جو ان کو طلاقوں سے نوازا گیا؟ کیا جس وقت اتنے لوگ مسلمان ہو رہے تھے، اللہ کو (العیاذ باللہ) اپنے حبیب کے دامادوں کو مسلمان کرنا مشکل تھا؟ نہیں میری بیٹی! ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا اپنے بندوں کو نوازنے کے ذریعے ہیں، جو بھی دین پر چلے گا اس پر مشکلات آئیں گی، آزمائشیں آئیں گی، وہ ثابت قدم رہے گا تو سمجھ لو کہ یہ اللہ کے انعامات کا نوازنے کا آغاز ہے۔ اللہ اپنے کچھ خاص بندوں کی اسی دنیا میں خود تربیت فرماتے ہیں۔ ان کو آزمائشوں کی بھٹیوں سے گذار کر سونے سے کُندن بناتے ہیں اور پھر انھیں اسی دنیا میں اپنی رضا پر راضی رہنے جیسا اعلیٰ ترین وصف عطا فرماتے دیتے ہیں اور آخرت کا تو کہنا ہی کیا، وہاں تو ان کے لیے انعامات ہی انعامات ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

تیری عظمتوں سے ہوں بے خبر... یہ میری نظر کا قصور ہے

"آج شام کو تم تیار رہنا۔ انڈسٹریلیٹ داؤد کے یہاں پارٹی ہے اور ٹھہرو! میں تمہیں کپڑے بتا دوں، ورنہ تم تو وہی کچھ بے کار پہن کر کھڑی ہو جاؤ گی۔" وہ اس کی الماری کھول کر کھڑا ہو گیا اور اس کے لیے لندن سے لائی ہوئی مغیر آستین کی میکسی نکال کر اسے تھماتے ہوئے بولا:

"اب تم یہی پہن کر تیار رہنا۔" اور سرد آواز میں بولا "دیکھو! آج کی دعوت میرے لیے بہت اہم ہے، اس کو برباد نہ کرنا ورنہ..." یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ میکسی کو خوف سے دیکھنے لگی۔ یہ میں پہنوں گی؟ اور بہت اندر سے اسکے آواز آئی "جس میں حیاء نہیں اس میں ایمان نہیں" اس کے منہ سے ایک کراہ نکلی۔ کیا ایمان اب تک میرے پاس بچا ہے؟ اگر میرے پاس ایمان ہوتا تو میں اسی وقت مر جاتی جب ولیمہ میں نامحرم میری تعریفیں کر رہے تھے اور ایک نامحرم انکل نے مجھ پر ہاتھ پھیرا تھا۔ کیا کہا تھا میرے نبی نے کہ "" میں دین دار تھی، میں حیاء دار تھی، مگر میں کیوں نہیں بچا سکتی اپنا دین آخر کیوں؟ آنسوں موتیوں کی طرح اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔ اس کے اندر سے آواز آئی "کیوں کہ میرے اللہ کی محبت، ہر محبت پر غالب نہیں تھی۔ مجھے اپنے باپ سے محبت، اللہ کے حکموں سے زیادہ ہے۔ مجھے اپنے بھائی کی فکر اپنے ایمان کی فکر سے زیادہ ہے اور مجھے اپنے اللہ پر یقینِ کامل نہیں ہے۔ میری زبان تو کہتی ہے کہ اللہ چاہے اور پوری دنیا نہ چاہے پھر بھی ہو کر رہتا ہے اور اگر اللہ نہ چاہیں اور پوری دنیا چاہے پھر بھی نہیں ہوتا، مگر اس کا یقین میرے دل میں نہیں ہے ورنہ میں اپنے ایمان کو اس طرح نہ لٹاتی۔

کارپٹ پر بیٹھ کر وہ تڑپ تڑپ کر روتی رہی، اپنے اللہ کو مناتی رہی۔ اسے نہیں پتا تھا کہ اللہ کے دربار میں بندے کا اعترافِ ندامت کے آنسوں، کیا قیمت رکھتے ہیں۔ گناہوں کو مٹا کر قرب کی کون سی منزلیں طے ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ کرنسی ہے، جس کی اس رب کے ہاں بڑی بھاری قیمت ہے۔

وہ روتے روتے اسی جگہ پر سو گئی۔ مسلسل بجتی ہوئی بیل پر اس کی آنکھ کھلی اور اس نے گھبرا کر فون اٹھایا تو دوسری طرف سے اس کا نام پوچھا گیا کہ "کیا وہ مسز عدیل بول رہی ہیں؟" اس نے جلدی سے کہا "ہاں" تو اس کو بتایا گیا کہ "آپ کے شوہر مسٹر عدیل کا کار ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا ہے۔ آپ کے شوہر بہت ہیوی ڈَرنک کیے ہوئے تھے اور تیز ڈرائیونگ کرتے ہوئے ٹرک سے ٹکرا گئے" اس کے ہاتھ سے ریسیور گر گیا۔ اسے لگا کہیں سے اسے آواز آ رہی ہے "اللہ، بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب بندہ اللہ پر یقین کرتا ہے اور خالص اس پر نظر رکھتا ہی تو اللہ ہر مشکل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور جب بندہ اپنے جیسے بندوں کو اپنا معبود بنا لیتا ہے، ان کی مان کر چلنے لگتا ہے، ان کے خوف کو اللہ کے خوف سے بڑھا لیتا ہے اور اللہ کی طاقت کو کم سمجھنے لگتا ہے تو اللہ پھر اسے بندوں کے حوالے کر دیتا ہے اور بندوں کو اس پر مسلّط کر دیتا ہے۔ وہ سمجھ گئی اس دنیا کا سارا دارومدار ایک اللہ پر کامل یقین کا ہے۔ اس یقین کی کمی انسان کو اسفل السافلین تک لے جاتی ہے اور اس یقین کی بلندی، اللہ کے قرب کا ذریعہ بن جاتی ہے اور انسان اشرف المخلوقات کے اونچے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

ننھے ادیب

چرواہے کا بیٹا

عبدالرحمان، 8 سال، کلاس دوم، کراچی

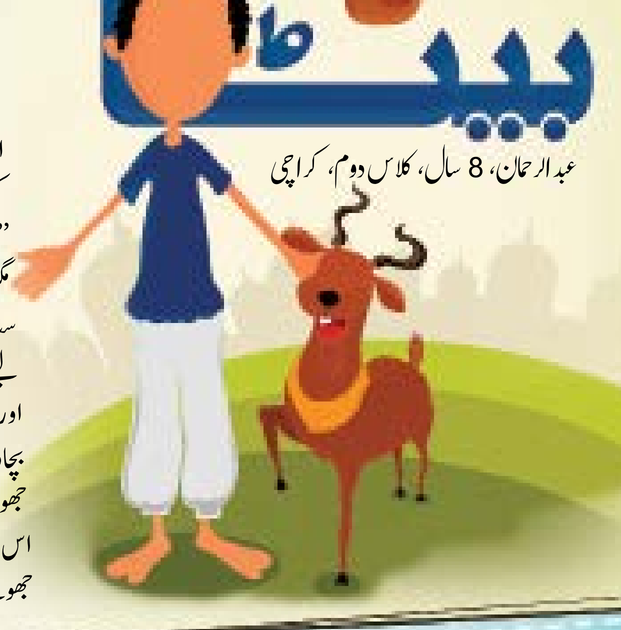

ایک گاؤں میں ایک چرواہے کا بیٹا انس تھا' وہ بہت شرارتی تھا' وہ روزانہ بکریوں کو پہاڑ پر گھاس چرانے کے لیے لے جاتا تھا۔ ایک دِن اُس نے سوچا: چلو! سب کو بے وقوف بناتا ہوں۔ اس نے پہاڑ پر چڑھ کر چیخ کر کہا: ''شیر آگیا' شیر آگیا' مجھے بچاؤ!'' سب لوگ ڈنڈے اور کدالیں اٹھائے بھاگے بھاگے آئے' مگر وہاں کوئی شیر نہیں تھا۔ انھوں نے پوچھا: کہاں ہے شیر؟ تو وہ ہنسنے لگا۔ دوسرے دِن اس کو پھر یہی شرارت سوجھی۔ اس نے پہاڑ پر چڑھ کر پھر چیخ لگائی کہ ''شیر آگیا' شیر آگیا' مجھے بچاؤ!'' سب لوگ پھر بھاگے بھاگے آئے' مگر وہ تو شیر کا نام و نشان ہی نہیں تھا اور انس کھڑا ہنس رہا تھا۔ اب تو سب لوگوں کو بہت غصہ آیا۔ تیسرے دِن جب وہ بکریاں چرانے کے لیے گیا تو وہاں سچ مچ شیر آگیا۔ اسے دیکھ کر تو انس کی جان ہی نکل گئی اور اس نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا کہ ''شیر آگیا' شیر آگیا' مجھے بچاؤ!'' مگر کسی نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور سب نے یہی سمجھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے اور کوئی اس کی مدد کو نہیں آیا اور شیر اسے کھا گیا۔ اس لیے میرے دوستو! کبھی بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے' کیوں کہ جھوٹے بچے کی سچی بات کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا۔

آدھی بادشاہت

حذیفہ نذیر، 11 سال، جھنگ

ایک گاؤں میں ایک دیو رہا کرتا تھا۔ اُس دیو نے سب گاؤں والوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ ایک دِن بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی اس کو یہاں سے نکالے گا تو میں اسے آدھی بادشاہت دوں گا' لیکن کوئی تیار نہیں ہوا۔ ایک دِن ایک بونا آیا اور کہنے لگا کہ میں اسے بھگاؤں گا تو بادشاہ ہنسنے لگا اور کہا کہ تو!!! تو بونے نے کہا: ہاں میں! تو بادشاہ نے اسے اجازت دے دی اور پھر بونے نے ایک گدھا اور ایک بالٹی دہی کی اپنے ساتھ لی اور سیدھا اُس دیو کے دروازے پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دیو حیران ہوا کہ یہ کون ہو سکتا ہے؟ وہ اس وقت آرام کر رہا تھا۔ اس نے پوچھا: کون؟ تو بونے نے دھاڑ کر کہا: تیرا باپ! وہ حیران ہو گیا کہ میرا باپ! پھر اُس نے کہا کہ اگر تو میرا باپ ہے تو تھوک پھینک! تو بونے نے دہی کی بالٹی پھینک دی۔ پھر دیو نے کہا: اگر تو میرا باپ ہے تو گرج دار آواز نکال! تو بونے نے اُس گدھے کے سوئی چبھوئی تو وہ ڈھینچو ڈھینچو کی آوازیں نکالنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر دیو وہاں سے بھاگ گیا اور بونے کو آدھی بادشاہت مل گئی۔

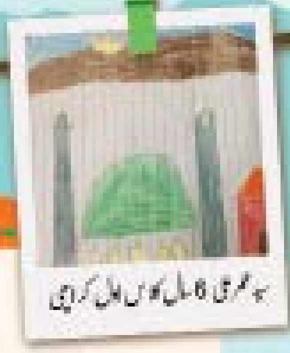

بچوں کے فن پارے

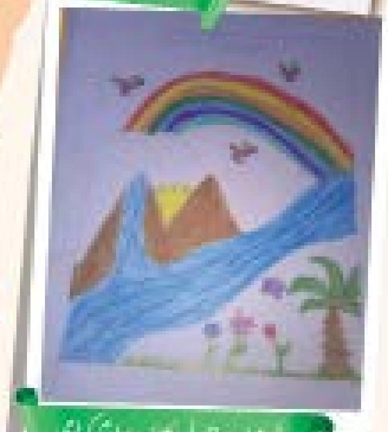

08

Pervaiz Umar

36

ایک چھوٹی سی بات

جی تو پیارے بچو! ویسے تو فہم دین پڑھنے والے سب بچوں سے امید ہے کہ سب بچے ہی باادب اور با اخلاق اور بڑوں سے دعائیں لینے والے ہوں گے اور یقینا کوئی بھی بچہ ایسا نہ ہوگا، جو اپنے کسی بھی عمل سے کسی کو تکلیف دیتا ہو۔

پیارے بچو! اپنے عمل کو ہر وقت دیکھتے اور سوچتے رہنا چاہیے کہ ہمارا عمل کسی کے لیے اذیت کا باعث تو نہیں بن رہا اور ہمارے کسی عمل میں پیارے نبی ﷺ کا طریقہ تو نہیں چھوٹ رہا۔ ربیع الاول ہمارے نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا بھی مہینہ ہے اور وفات کا بھی۔ اس لیے ہمیں یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اس میں ہمارے پٹاخے پھوڑنے یا اونچی آواز سے نعتیں چلانے سے کسی کو تکلیف تو نہیں ہو رہی، کوئی مریض، کوئی ضعیف ہماری وجہ سے پریشان تو نہیں ہو رہا۔ اچھے بچے اپنے کسی عمل سے بھی کسی کو تکلیف نہیں دیتے۔

ماہنامہ فہمِ دین دسمبر کے نئے سوالات

سوال نمبر 1 : پیارے بچو! کیا آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ بیت السلام کے تحت پورے ملک میں کئی قرآنی مراکز ننھے منے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دے رہے ہیں۔ یہ ایک بہترین جامعہ ہے، جہاں پر تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کی تربیت بھی کی جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی صحت کا بھی خیال رکھا جاتا ہے اور مقابلے رکھے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ مسابقہ صحت میں 360 طلبہ نے حصہ لیا۔

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ پہلے مرحلے میں کتنے طلبہ کام یاب ہوئے؟

سوال نمبر 2 : حدیث میں کس وقت کے سونے کو کہا گیا ہے کہ اس سے رات کی عبادت پر قوت حاصل کرو؟

سوال نمبر 3 : سارس اپنی چونچوں سے کیا پکڑ کر کھا رہے تھے؟

سوال نمبر 4 : پرنسپل صاحب نے بچوں کو کیا سمجھایا؟

سوال نمبر 5 : نماز کی چوری کیا ہے؟

سوال نمبر 6 : صلہ رحمی کے کیا معنیٰ ہیں؟

اکتوبر کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1 : اللہ تعالیٰ ان تین آدمیوں سے فریق بن کر قیامت میں مطالبہ کریں گے : جس نے اللہ کی قسم کھائی اور پورا نہ کیا۔ جس نے آزاد کو فروخت کیا اور قیمت کما لی۔ جس نے اجرت پر مزدور کو رکھا اور اس نے کام پورا کیا، پھر بھی اس کی مزدوری نہ دی۔

سوال نمبر 2 : موتی کا

سوال نمبر 3 : 70 سال کی عبادت کا ثواب۔

سوال نمبر 4 : نمل نے کوئی فرمائش نہیں کی۔

سوال نمبر 5 : جمالے کی ماں نے جھگیوں والے بچوں کو برف بھیجنے سے منع کیا تھا۔

سوال نمبر 6 : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ

اکتوبر کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... وردہ فاروق، 9 سال، کلاس پنجم، کراچی

2... وانیہ فہیم، 12 سال، کلاس ہشتم، کراچی

3... خلیل الرحمان، 13 سال، حفظ بیت السلام تلہ گنگ

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

درست جواب دینے والے مزید بچوں کے نام

عیشہ صدیقہ، 12 سال، کلاس ششم، کراچی

زینب بنتِ ابراہیم، 11 سال، کلاس ششم، کراچی

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔ اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں، یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کر دیں۔

خواب کی حقیقت

اہلیہ محمد فیصل

عفرا پھر پریشان ہو کر اٹھ بیٹھی۔ رات کا دوسرا پہر تھا۔ گھر پر سنّاٹا طاری تھا۔ عفرا کے حلق میں کانٹے چُبھ رہے تھے، مگر اس میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ عائشہ آپی نے کروٹ لی تو ان کی بھی آنکھ کھل گئی اور عفرا کو اس طرح پریشان بیٹھے دیکھ کر عائشہ آپی نے آواز لگائی۔

"عفرا! خیریت، نیند نہیں آرہی ہے کیا؟؟"

"وہ، وہ آپی! پانی!!!" عفرا روہانسی ہو کر بولی۔

عائشہ کی نیند فوراً اُڑن چھو ہو گئی، بہن کی روتی آواز سن وہ اٹھ کر کچن سے عفرا کے لیے پانی بھر لائی۔

"کیا ہوا گڑیا؟؟" عفرا جب پانی پی چکی تو عاشہ نے سوال کیا۔

"آپی مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" عفرا بولی۔

"ڈر... عائشہ بڑبڑائی، مگر اس وقت بات کو کُریدنا مناسب نہ تھا، اس لیے وہ عفرا کے پاس بستر پر بیٹھ گئی اور عفرا کو لِٹا کر اس کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے سہلانے لگی، تاکہ وہ سو جائے، اس طرح تھوڑی ہی دیر میں عفرا سو چکی تھی۔

صبح کو عفرا کو بخار چڑھ چکا تھا۔ امی، بابا اور سب گھر والے عفرا کے لیے پریشان تھے۔ عائشہ آپی، فروا اور انصر عیادت کی دُعا پڑھ کر اسکول چلے گئے۔ بابا عفرا کو ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی تیاری کرنے لگے، جب کہ عائشہ آپی جاتے جاتے بابا کو عفرا کی رات والی کیفیت سے آگاہ کر چکی تھی۔

شام کی چائے عفرا کے پاس کمرے میں ہی پئی گئی، اس وقت گھر کے تمام افراد موجود تھے۔ انصر، عفرا کا دل بہلانے کے لیے اسے مختلف چُٹکلے سنا رہا تھا۔ اسی دوران بابا بولے: "عفرا بیٹا! رات میں آپ پریشان ہو کر اُٹھ بیٹھی تھیں، کیا ہوا تھا؟"

عفرا، بابا کی بات سن کر رات والی کیفیت کو سوچ کر اس کے چہرے پر پھر پریشانی نمایاں ہونے لگی۔

"وہ، وہ بابا! میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔"

"اور اسی لیے آپ کو بخار نے آلیا۔" بابا بولے۔

"دیکھیں بیٹا! خواب سے بیماری کا آنا برحق ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ "ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: "میں ایسا خواب (ڈراؤنا) دیکھتا ہوں کہ اسے دیکھنے کے بعد بیمار پڑ جاتا ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی جانب سے۔ اگر تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے تو بائیں جانب 3 مرتبہ تھوک دے اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھے تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔" (مجمع جلد 7)

امام بخاریؒ نے بھی ابو سلمہ اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بیان کیا کہ وہ خواب دیکھتے تو بیمار پڑ جاتے۔

حافظؒ نے بیان کیا ہے کہ اگر برے خواب دیکھے تو اس کے یہ آداب ہیں۔

(1) اللہ سے پناہ مانگے یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھے۔ (ابن ماجہ)

(2) بائیں جانب تھک تھکائے۔ (ابو داؤد)

(3) کسی سے بیان نہ کرے۔

(4) کروٹ بدل لے۔ (ابن ماجہ)

(5) اٹھ کر نماز پڑھ لے۔

بعض نے آیۃ الکرسی بھی پڑھنے کو کہا ہے۔

ابراہیم نخعیؒ سے ناپسندیدہ خواب کے بعد یہ دعا منقول ہے: "اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلَآئِكَةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ شَرِّ رُؤْيَا هٰذِهٖ اَنْ يُّصِيْبَنِيْ فِيْهَا مَا اَكْرَهُ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ" (سعیدا بن منصور فتح جلد 12)

ترجمہ: "میں اس خواب کے تکلیف دہ اُمور سے پناہ مانگتا ہوں جیسے کہ خدا کے فرشتوں اور اس کے رسول نے پناہ مانگی۔" "مگر بابا جانی! آخر عفرا نے خواب کیا دیکھا ہے، یہ تو پوچھیں اس سے؟؟" انصر بولا۔

"نہیں بیٹا! حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ "جب تم کوئی پسندیدہ خواب دیکھو تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو اور جب ناپسندیدہ خواب دیکھو تو کسی سے بیان نہ کرو، اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا۔" (صحیح بخاری)

اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ناپسندیدہ خواب دیکھو تو یہ شیطان کی جانب سے ہے۔ اس کی برائی سے پناہ مانگو اور اسے کسی سے بیان نہ کرو تو نقصان نہ ہوگا۔" (بخاری) اور ہاں! جو خواب شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں ان کی تعبیر نہیں ہوتی، بس وہ پریشان کُن ہوتے ہیں۔"

"بابا جانی! میں نے پڑھا تھا کہ خواب کی کچھ قِسمیں بھی حدیث میں آئیں ہیں۔" عائشہ بولی۔

"جی بیٹا! حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "خواب تین قسم کے ہوتے ہیں:

(1) اللہ کی طرف سے بشارت۔

(2) خیالی باتیں۔

(3) شیطان کا خوفزدہ کرنا۔" (ابنِ ماجہ)

بابا جان! اپنی بات پوری کر کے مسکراتے ہوئے عفرا کی جانب دیکھنے لگے، جہاں انھیں اطمینان نظر آیا۔

"جی عفرا بیٹا! اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں؟" فروا نے مائیک کی طرح ہاتھ بنا کر انٹرویو لینے کے انداز میں عفرا کو مخاطب کیا۔

"بہت بہتر جناب!!!" عفرا کا جواب سن کر سب گھر والے ہنسنے لگے۔

بقیہ

صندوق کا صابن

پھر اسے گرم پانی میں پگھلاتا اور صابن بناتے ہوئے اس میں ڈال دیتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے صابن صوبے بھر میں بکنے لگے۔ اب صابر کے گھر کے حالات اس کی محنت سے بہتر ہو چکے تھے۔ آخر صندوق کے صابن میں برکت جو تھی۔

صندل	درخت	صراحی	مٹی کا برتن جس میں پانی ٹھنڈا رہتا ہے
صدیوں پرانی	بہت پرانا	صحابی	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست
صحرا	ریگستان	صورتیں	شکلیں
صدا	آواز		

ایک حرف ایک کہانی
ص

صندوق کا صابن

ڈاکٹر الماس روحی

صادق آباد میں صحت و صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ صابر اس علاقے میں رہتا تھا جہاں صندل کے درخت بہت زیادہ تھے۔ وہاں کے لوگ یا تو صوفے بنا کر صدر جاکر بیچتے تھے یا طرح طرح کی صراحیاں یہاں بنتی تھیں۔ صابر ایک غریب مگر ذہین لڑکا تھا جسے صدیوں پرانے قصے اچھے لگتے تھے۔ محلے میں ایک صغیر صاحب رہتے تھے جو ضعیف تھے اور انہیں سب لوگ صوفی صاحب کہتے تھے۔ وہ صابر کو قرآن پڑھاتے تھے اور اسے صبر کی تلقین بھی کرتے تھے۔ صبح سویرے صابر فجر کی نماز پڑھنے مسجد جاتا اور اس کے بعد قرآن پڑھتا۔ وہ انبیا کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات بہت شوق سے سنتا تھا۔ اکثر محلے کے بچوں میں لڑائی جھگڑے ہوتے تھے تو صلح و صفائی کے لیے بچوں کو صوفی صاحب ہی کے پاس ان بچوں کو لایا جاتا تھا۔ صوفی صاحب کا کہنا تھا کہ صحبت اچھی ہونی چاہیے۔ بری صحبت سے اکیلے رہنا ہی بہتر ہے۔ ایک دن صوفی صاحب نے صابر کو بتایا کہ انہیں تھر کے علاقے میں جانا ہے جہاں بہت بڑا صحرا ہے۔ اس لیے وہ پانی کے لیے اپنے ساتھ صراحی لے کر جائیں گے۔ سارا سامان انہوں نے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ تھر جاتے ہوئے انہوں نے صابر کو ایک صندوق دیا۔ صابر کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام صالحہ تھا۔ وہ بہت صفائی پسند تھی۔ وہ اپنے گھر کی صفائی ستھرائی کا بہت خیال رکھتی تھی۔ صابر نے جب صوفی صاحب کے دیے ہوئے صندوق کو کھولا تو اس میں سے دو عدد صابن برآمد ہوئے۔ صابن دیکھ کر صالحہ بہت خوش ہوئی۔ وہ جب اس صابن سے اپنے ہاتھ یا کپڑے دھوتی تو خوب جھاگ بنتی اور اس سے بھینی بھینی خوشبو بھی آتی تھی۔ صالحہ کو جب بھی صابن کی ضرورت ہوتی تو صابر اسے صندوق سے صابن نکال کر دے دیتا۔ اس صندوق کو صرف صابر ہی چھو سکتا تھا۔ صالحہ اور صابر کو یہ صابن بہت پسند آیا۔ نہانے دھونے کے لیے بھی یہ صابن بہت اچھے تھے۔ وہ جب بھی اس صابن سے اپنے چہروں کو دھوتے تھے تو ان کی صورتیں نکھر جاتی تھیں اور وہ صاف ستھرے ہو جاتے تھے۔ حیرت کی تو بات یہ تھی کہ وہ صابن ختم ہی نہیں ہوتے تھے۔ ان صابنوں میں برکت تھی۔ ایک دن صالحہ کی سہیلی صنوبر نے بھی جب اس صابن سے اپنے ہاتھ دھوئے تو اسے بھی یہ صابن اچھے لگے۔ ایک دن صابر اپنے گھر کے صحن میں چارپائی پر لیٹا سوچ رہا تھا کہ وہ اپنے حالات کو کیسے درست کرے؟ تب اچانک ایک فقیر کی صدا اسے سنائی دی۔ صابر کے پاس صرف دو آنے تھے۔ اس نے وہ دو آنے اس فقیر کو دے دیے۔ فقیر نے خوش ہو کر صابر کو دعا دی۔ ایک دن صابر کو اس کے دوست صادقین نے صلح دی کہ وہ صابن کیوں نہیں بناتا اور اسے بیچتا؟ اس کے گھر کے صابن تو محلے بھر میں مشہور تھا۔ یہ سن کر صابر نے پہلے تو صابن بنانا سیکھا اور پھر وہ صندوق سے ایک صابن نکالتا' (بقیہ ص 39 پر)

09

Expo

41

ہمیشہ حجاب میں رہنا

چھپا کے خود کو ہمیشہ حجاب میں رہنا
باہر نکلنا تو پورے نقاب میں رہنا
ہے پردہ عورتوں کے واسطے نعمت ایسی
کہ جیسے خوش بُو کا ہر دَم گلاب میں رہنا
ہمیشہ غیر محرموں سے بچا کے خود کو
حیا، لحاظ و شرم کے آداب میں رہنا
بغیر پردے کے جائیں، پڑے نہ شر کی نظر...
ہے گویا جیسے خیال و خواب میں رہنا
بزرگ ہوں گے نہیں ساتھ تمہارے ہر دَم
تم اپنی ذات سے خود احتساب میں رہنا
نکلنا زیب و آرائش کے ساتھ باہر ہے
گناہِ بد نگاہی کے عتاب میں رہنا
یہ مانا سازشِ اغیار اور فتنوں سے
بہت کٹھن ہے اس دورِ خراب میں رہنا
کرو تم رب کی رضا کے لیے شرعی پردہ
پھر اپنے رب کے فضلِ بے حساب میں رہنا
بنائیں لوگ جو باتیں تمہارے پردے پر
نہ کرنا غم، نہ کسی اضطراب میں رہنا
بہت شیطان ورغلائے گا ہر رستے پر
مگر تم راہِ رسالت مآب ﷺ میں رہنا
ہمیشہ اپنی نگاہوں کی حفاظت جوہرؔ
ہے جیسے نیکیوں کی آب و تاب میں رہنا

شاعر: جوہر عباد

میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی

نہ ہر کھیت میں بے محابا چروں گی
نہ ہرگز زمانے کا اب دم بھروں گی
زمانے کے خالق سے اب میں ڈروں گی
سو حکمِ خدا پر، جیوں گی مروں گی
میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی
مجھے میرے مولا نے عصمت عطا کی
کہ اسلام نے مجھ کو عظمت عطا کی
مجھے میرے رب نے یہ ہمت عطا کی
نہ اہلِ زمانہ سے اب میں ڈروں گی
میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی
رضا صرف مولیٰ کی مطلوب ہے اب
مری زندگانی بہت خوب ہے اب
مجھے چار دیواری محبوب ہے اب
میں سڑکوں میں، بازار میں کیوں پھروں گی
میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی
گو تخمِ عمل لاکھ بوتی ہوں یارب
مگر عمرِ رفتہ پہ روتی ہوں یارب
کہ خود ہی سے شرمندہ ہوتی ہوں یارب
کہ کیا منہ دکھاؤں گی جب میں مروں گی
میں اب غیر محرم سے پردہ کروں گی

اثر جونپوری

گلدستہ

تو رحیم ہے تو کریم ہے

ترے لطف پر مجھے فخر ہے، ترے فضل پر مجھے ناز ہے
تو رحیم ہے، تو کریم ہے، تری شان بندہ نواز ہے
یہ عطا، کہ ذرہ پہ عطا پہ نگاہِ عرش نشیں پڑی
یہ بڑے کرم کی دلیل ہے، وہ عظیم ذرہ نواز ہے
مرے ذوق و شوق بجا ہوئے، مجھے بے حجاب ہی کر دیا
نہ وہ آستانہ ناز ہے، نہ مری جبین نیاز ہے
ترے فضل خاص پہ آسرا، ترے لطفِ خاص پہ ہے فخر
مجھے شرم ساری بندگی، مجھے عجز عجز و نیاز ہے
مرا ذکر کیا مری فکر کیا، مرا حال کیا مرا قال ہے
مرا سوز آپ کا سوز ہے، مرا ساز آپ کا ساز ہے
مری لغزشیں، مری غلطیاں، مری معصیت بھی بجا مگر
وہ غفور و بندہ نواز تھا، وہ غفور و بندہ نواز ہے
تری رحمتوں پہ ہے منحصر، مرے ہر عمل کی قبولیت
نہ مجھے سلیقہ التجا، نہ مجھے شعور نماز ہے

انعام گوہاپادی

ایک دلچسپ اور سبق آموز واقعہ

ہمارے حضرت تھانوی کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بڑی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے۔ وہ باکمال عورت تھیں اور بڑی دین دار اور سمجھ دار عورت تھیں۔ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ میری بڑی اہلیہ نے مجھے ایک نصیحت کی۔ حضرت والا کی عادت تھی کہ اگر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی نصیحت کرتا تو اسے قبول کرتے تھے اور یہ بھی نہیں تھا کہ آپ چھپاتے کہ میں نے فلاں کی بات مان لی بلکہ اس کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ تو یہ نصیحت کہ جب سفر پر جایا کرو تو کپڑے اچھے پہن کر جایا کرو۔ اور میرا معمول یہ تھا کہ جیسا بھی اور جس حال میں بھی ہوتا تھا اسی حال میں سفر شروع کر دیتا تھا اور جب کپڑے بدلنے کا وقت ہوا تو کپڑے بدل لیے، لیکن خاص طور پر سفر کے لیے کپڑے نہیں بدلتا تھا تو اہلیہ نے کہا کہ نہیں، جب سفر پر جایا کرو تو کپڑے اچھے پہن کر جایا کرو، اس لیے کہ جب سفر میں خستہ حال اور معمولی کپڑے پہن کر جاؤ گے تو دیکھنے والے یہ سمجھیں گے کہ غریب اور مفلس ہے اور غریب، مفلس سمجھ کر خواہ مخواہ کوئی تمہاری امداد کرے گا تو ایسے کپڑے پہننا ایک قسم کا دعویٰ ہے کہ میں مفلس ہوں اور مجھے کچھ دے دو۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ واقعی انھوں نے بڑی حکمت کی بات کی اور اب میں ہمیشہ اس پر عمل کرتا ہوں۔ حضرت کا معمول یہ تھا کہ اپنا لباس بڑا صاف ستھرا رکھتے تھے، تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ غریب ہے، اس گمان سے بچنے کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

(مفتی عبد الرؤف سکھروی، مجالس مفتی اعظم، ص:۱۹۵)

ذکر خیر البشر ﷺ

عشقِ سرور نے جب دل میں گھر کر لیا
دل نے بڑھ کر ہر اک غم کو سر کر لیا
اُن کے در کا تصور سلامت رہے
گھر میں بیٹھے رہے اور سفر کر لیا
چشمِ حیرت زدہ ڈھونڈتی رہ گئی
دل نے دیدار اُن کا مگر کر لیا
جس نے سوچا انہیں، جس نے چاہا انہیں
اپنی ہی ذات کو معتبر کر لیا
ہجرِ طیبہ میں دل جب بھی تڑپا بہت
رو لیے، ذکرِ خیر البشر کر لیا
جس طرف بھی رخِ مصطفیٰ ﷺ ہو گیا
رخ وہ عالم نے اپنا اُدھر کر لیا
دامنِ دل کو پھیلا کے کلکِ فلک
خواہشوں کو بہت مختصر کر لیا
سنتے ہی اُن کا نام اپنے بیمار سے
حال کیا تو نے اسے چارہ گر کر لیا
ہو کے وابستہ اس در سے عشاق نے
ساری دنیا سے صرف نظر کر لیا
وہ کہیں پھر نہ بھٹکے، جنہوں نے امید
اُن کے کردار کو راہبر کر لیا

امید فاضلی

آلاتِ علم کا ادب

حضرت مجدد الف ثانی ایک دن بیت الخلا میں تشریف لے گئے، اندر جا کر نظر پڑی کہ انگوٹھے کے ناخن پر ایک نقطہ روشنائی کا لگا ہوا ہے، جو عموماً لکھتے وقت قلم کی روانی دیکھنے کے لیے لگایا جاتا تھا، فوراً گھبرا کر باہر آ گئے اور دھونے کے بعد دوبارہ تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اس نقطے کو علم کے ساتھ ایک نسبت ہے، اس لیے بے ادبی معلوم ہوئی کہ اس کو بیت الخلا میں پہنچاؤں، یہ تھا ان حضرات کا ادب جس کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کو درجات عطا فرمائے تھے۔ آج کل تو اخبار و رسائل کی فراوانی ہے، ان میں قرآنی آیات، احادیث اور اسمائے الٰہیہ ہونے کے باوجود گلی کوچوں، غلاظت کی جگہوں میں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں، العیاذ باللہ العظیم۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کی دنیا جن عالم گیر پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے، اس میں اس بے ادبی کا بھی بڑا دخل ہے۔

(مجالس حکیم الامت، ص:۲۸۶-۲۸۱، بزا تحفۃ العلماء)

آپ کے اشعار

سر سیکڑوں، جہاں میں سروں کی کمی نہیں
اس آستاں کی خیر ہو، وہ آستاں رہے
حفیظ جالندھری

غنچے روئیں، کلیاں روئیں، رو رو اپنی آنکھیں کھوئیں
چمن سے لمبی تان کے سوئیں اس پھلواری کے رکھوالے
حبیب جالب

کیمیا ڈھونڈتے پھرتے ہیں ظفرؔ اہلِ ہوس
دل گداز اپنا کیا، جس نے وہ اکسیر ہوا
بہادر شاہ ظفر

یہی شکوہ ہے مگر آدمی کا آدمی سے
عجب نہیں ہے کہ دنیا میں آدمی نہ ملے
ساحر لدھیانوی

او بے رحم مسافرا ہنس کر ساحل کی توہین نہ کر
ہم نے اپنی ناؤ ڈبو کر تجھ کو پار اتارا ہے
قتیل شفائی

گلشن پرست ہوں، مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں
جگر مراد آبادی

دامن پہ ٹکڑے ٹکڑے، ہونٹوں پہ ہے تبسم
اک درس لے رہا ہوں، پھولوں کی زندگی سے
شکیل بدایونی

اتنا تو گم ہو کر کھو جائے انسان تلاشِ منزل میں
منزل کا ذرا بھی ہوش نہ ہو اور سامنے منزل آ جائے
بہزاد لکھنوی

کس ہستیِ موہوم پہ نازاں ہے تو یار
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی
مرزا محمد رفیع سودا

صادق ہوں اپنے قول میں غالبؔ خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے
مرزا اسد اللہ غالب

پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ (اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔) فرماتے تھے کہ ہندی میں مثل مشہور ہے کہ پیا جس کو چاہے سہاگن وہی، اس کی تفصیل میں فرماتے تھے کہ اس مثل کا پس منظر یہ ہے کہ ایک لڑکی کی شادی ہو رہی تھی اور اس کی سہیلیاں اس کو دلہن بنا رہی تھیں۔ سب اس کی تعریف کر رہی تھیں۔ وہ بے چاری دلہن سب کی تعریفیں سنتی اور خاموش رہ جاتی۔ کسی سہیلی نے کہا اے اللہ کی بندی اب لوگ تیری خوب صورتی اور سنگھار کی تعریف کر رہے ہیں اور تو کسی کا شکریہ ادا نہیں کرتی۔ اس نے کہا میں شکریہ تو ادا کرتی ہوں، لیکن میں سوچ رہی ہوں کہ اگر میری سہیلیاں میری تعریف کرتی ہیں تو ان کی تعریف سے مجھے کیا ملے گا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ میں جہاں جا رہی ہوں وہاں میری تعریف ہو اور وہاں میں پسند آ جاؤں۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مخلوق تعریفیں کر رہی ہے اور القاب سے نواز رہی ہے۔ کوئی علامہ کہہ رہا ہے، کوئی شیخ الاسلام کہہ رہا ہے تو اس مخلوق کی تعریف کا کوئی بھروسا نہیں۔ جب قبر میں پہنچیں گے تو مخلوق کی تعریفیں کام نہیں آئیں گے۔ آنے کا تو یہ عمل کام آنے کا۔ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي اے وہ جان جو (اللہ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے، اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آ جا کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی اور شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں کہ وہاں تعریف ہو جائے اور وہاں میں پسند آ جاؤں۔

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

دسمبر 2016ء بمطابق ربیع الاول 1438ھ

نظام و نصاب تعلیم کی اصلاح کے لیے ماہرین تعلیم کی فکر انگیز نشست

بیت السلام ویلفئر ٹرسٹ کے ذیلی ادارے فارورڈ انسٹی ٹیوٹ کا باقاعدہ افتتاح، ماہرین تعلیم و تربیت کی بصیرت افروز گفتگو، تعلیمی اداروں سے وابستہ حضرات و خواتین کی شرکت

کراچی (نمائندہ خصوصی) ہفتہ 5 نومبر کراچی کے علاقے گلشن اقبال میں فارورڈ انسٹی ٹیوٹ کا باقاعدہ افتتاح کیا گیا، جس میں مختلف تعلیمی اداروں کے ذمہ داران اور ماہرینِ تعلیم نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز صبح 11 بجے مولانا حذیفہ کی تلاوت سے ہوا، اس کے بعد جناب طیب زیدی نے فارورڈ انسٹی ٹیوٹ کا تعارف کروایا اور افتتاحی تقریب کے مقصد پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں آغا خان انسٹی ٹیوٹ فار ایجوکیشن کے ڈاکٹر ساجد علی، فجر اکیڈمی کے عاصم اسماعیل، فنی تعلیم کے ماہر نعمان صدیقی، جامعہ بیت السلام لنک روڈ کے ناظم اعلیٰ مفتی محمد نعمان، تعلیمی امور کے ماہر ڈاکٹر ذیشان نے خطاب کیا۔ آخری خطاب جامع مسجد بیت السلام DHA IV کے خطیب مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ نے کیا۔ اس تقریب کا مقصد ماہرین تعلیم و تربیت کو ایک جگہ جمع کر کے غور و فکر کی ایسی راہیں تلاش کرنے کا آغاز تھا جس سے تعلیمی نظام و نصاب میں بہتری کی جانب قدم بڑھایا جا سکے اور دینی مدارس، یونیورسٹیاں، اسکول و کالج، عملی اور فنی تعلیم کے اداروں کو آپس میں میل جول رکھنے، تبادلہ خیال کرنے اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے مواقع میسر آ سکیں۔ تعلیمی امور سے وابستہ بڑی تعداد میں حضرات و خواتین نے شرکت کی۔ خواتین کے لیے مکمل پردے کے ساتھ نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ پروگرام آرگنائز کرنے کی ذمہ داری فارورڈ انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر بابر اور طیب زیدی نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انجام دی۔ دوران پروگرام وقفہ سوالات بھی کیا گیا جس میں حاضرین نے موضوع کی مناسبت سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کئی سوالات اٹھائے۔ حاضرین کے لیے چائے بسکٹ اور جوس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ فارورڈ انسٹی ٹیوٹ بیت السلام ویلفئر ٹرسٹ کا ذیلی ادارہ ہے۔

بیت السلام ویلفئر ٹرسٹ کی فلاحی اور تعلیمی خدمات جاری و ساری

تین روزہ تعلیمی ورکشاپ، دو علاقوں میں مقامی آبادی کے لیے دو کنویں تیار کیے گئے، لنک روڈ سے متصل گوٹھوں میں راشن تقسیم کیا گیا

کراچی/جھل مگسی (پ ر) جھل مگسی کے علاقے گندھارا میں بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام بچوں کی تعلیم و تربیت کے موضوع پر ایک تین روزہ ورکشاپ ہوئی جس میں لاڑکانہ، گندھارا، جھل مگسی، کشمور، بولان اور جیکب آباد مکاتب کے اساتذہ نے شرکت کی۔ تین روزہ اس ورکشاپ میں اساتذہ کو بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے نفسیاتی اور تعلیمی طریقہ ہائے تدریس سے روشناس کرایا گیا۔ دریں اثناء بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام ملک بھر کے 335 مکاتب کے اساتذہ میں ان کے اہل خانہ کے لیے فی استاذ 2، 2 جوڑے کپڑے ہدیہ کیے گئے۔ اس معیاری کپڑے کے ایک جوڑے کی قیمت 2500 سے 3000 ہزار روپے رہی۔ جبکہ ضلع ملیر کے علاقے خیر محمد خاصخیلی میں دو لاکھ روپے کی لاگت سے مقامی آبادی کے لیے ایک کنواں تیار کیا گیا جو آس پاس کے گوٹھوں میں پانی کی کمی دور کرنے میں کافی مدد دیگا۔ نیز گڈاپ ٹاؤن کے علاقے دریا خان اور گبول ٹاؤن کے نزدیک مقامی لوگوں کی مدد سے بیت السلام ویلفئر ٹرسٹ نے ہندو برادری کو پانی کی فراہمی کے لیے کنواں تیار کیا گیا۔ جامعہ بیت السلام لنک روڈ سے متصل گوٹھوں کے غریب گھرانوں میں 82 راشن تقسیم کیے گئے۔ اس میں آٹا چینی، چاول، چائے کی پتی، دالیں اور گھی شامل تھا۔

10

Junaid jamshed

47

11

Brighto
48

Back Cover